تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

۲۸۵۔ا اس آیت میں پھر ان ایمانیات کا ذکر ہے جن پر اہل ایمان کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس اگلی آیت (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا) میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت اور اس کے فضل و کرم کا تذکرہ ہے کہ اس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا جو ان کی طاقت سے بالا ہو۔ ان دونوں آیات کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے نبی ﷺ نے فرمایا" جو شخص سورہ ءبقر کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے تو یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں (صحیح بخاری) دوسری حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ کو معراج کی رات جو تین چیزیں ملیں ان میں سے ایک سورہ ءبقر کی یہ دو آخری آیات بھی ہیں (صحیح مسلم)

۲۸۶۔ۃ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا لَهَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡهَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعۡفُ عَنَّا وَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِیۡنَ ہ ع

رکوع

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ۔

اٰل عِمۡرٰن یہ سورت مدنی ہے اس میں ۲۰۰ آیات اور ۲۰ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

ۃ۔۱ الٓمّٓ الف۔لام۔میم ان الفاظ کے معانی صرف اللہ باری تعالیٰ ہی جانتا ہے آیت متاشبہ ہے۔

ۃ۔۲ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط ہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے(۱)

یہ سورت مدنی ہے اس کی تمام آیتیں مختلف اوقات میں ہجرت کے بعد اتری ہیں اور اس کا ابتدائی حصہ یعنی ۸۳ آیات تک عیساؤں کے وفد نجران کے بارے میں نازل ہوا ہے جو ۹ ہجری میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا عیساؤں نے آکر نبی ﷺ سے اپنے عیسائی عقائد اور اسلام کے بارے میں مذاکرہ و مباحثہ کیا جس کو رد کرتے ہوئے انہیں دعوت مباہلہ بھی دی گئی ، جس کی تفصیل آگے آئے گی

۲۔۱ حَیُّ اور قَیُّومُ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں جن کا مطلب وہ ازل سے ابد تک رہے گا، اسے موت اور فنا نہیں ۔ قیوم کا مطلب سارے کائنات کا قائم رکھنے والا، محافظ اور نگران، ساری کائنات اس کی محتاج وہ کسی کا محتاج نہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ یا ابن اللہ یا تین میں سے ایک مانتے تھے ۔ گویا ان کو کہا جا رہا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ اسلام بھی اللہ کی مخلوق ہیں، وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ان کا زمانہء ولادت بھی تخلیق کائنات سے بہت عرصہ بعد کا ہے تو پھر وہ اللہ یا اللہ کا بیٹا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ نیز ان پر موت بھی نہیں آنی چاہئے تھی۔ احادیث میں آتا ہے کہ تین آیتوں میں اللہ کا اسم اعظم ہے جس کے ذریئے سے دعا کی جائے تو رد نہیں ہوتی۔ ایک یہ آل عمران کی آیت۔ دوسری آیت الکرسی اور تیسری سورہ طٰہٰ (ابن کثیر تفسیر آیت الکرسی)

ۃ۔۳ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ ہ

جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا(۱) جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے اسی اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا

۳۔ا یعنی اس کی منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

ۃ۔۴ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّا سِ وَ اَنۡزَ لَ الۡفُرۡ قَانَ ؕ اِنَّ الَّزِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَزَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُوا نۡتِقَامٍ ۝

اس سے پہلے لوگوں کو ہدائت کرنے والی بنا کر(ا) اور قرآن بھی اسی نے اتارا (۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے ، بدل لین والا۔

۴۔ا اس سے پہلے انبیا پر جو کتابیں نازل ہوئیں۔ یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے یعنی جو باتیں ان میں درج تھیں، ان کی صداقت اور ان میں بیان کردہ پیش گوئیوں کا اعتراف کرتی ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں یہ قرآن کریم بھی اسی ذات کا نازل کردہ ہے جس نے پہلے بہت سی کتابیں نازل فرمائیں۔ اگر یہ کسی اور کی طرف سے یا انسانی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ان باہم مطابقت کی بجائے مخالفت ہوتی۔

۴۔۲ یعنی اپنے وقت میں تورات اور انجیل بھی یقیناً لوگوں کو ہدائت کا ذریعہ تھیں ، اسلئے کہ ان کے اتارنے کا مقصد ہی یہی تھا۔ تاہم اس کے بعد دوبارہ کہہ کر وضاحت فرمادی۔ کہ مگر اب تورات و انجیل کا دور ختم ہو گیا، اب قرآن نازل ہو چکا ہے، وہ فرقان ہے اور اب صرف وہ ہی حق و باطل کی پہچان ہے ،اس کو سچا مانے و غیر عند اللہ کوئی مسلمان اور مومن نہیں۔

ۃ۔۵ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَىۡءٌ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ؕ ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

ۃ۔۶ هُوَ الَّزِىۡ يُصَوِّرُكُمۡ فِى الۡاَرۡ حَا مِ كَيۡفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝

وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے (ا) اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۶۔ا خوب صورت یا بد صورت، مذکر یا مونث نیک بخت یا بد بخت، ناقص الخلقت یا تام الخلقت۔ جب

رحم مادر میں یہ سارے تصرفات صرف اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اللہ کس طرح ہو سکتے ہیں جو خود بھی اسی مرحلہ تخلیق سے گزر کر دنیا میں آئے ہیں جس کا سلسلہ اللہ نے رحم مادر میں قائم فرمایا۔

ة۔۷ هُوَالَّزِىٓ اَنزَ لَ عَلَيكَ الكِتٰبَ مِنهُ اٰ يٰتٌ مُّحكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّزِينَ فِىْ قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَه مِنهُ ابتِغآءَ الفِتنَةِ وَابتِغآءَ تَاْ وِيلِهٖ وَ مَا يَعلَمُ تَاْ وِيلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰ سِخُونَ فِى العِلمِ يَا قُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَزَّكَّرُ اِلَّآ اُو لُو اا لاَ لبَا بِ ہ

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اُتاری جس میں واضع مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔(۱) پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا(۲) اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم توان پر ایمان لا چکے ہیں، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں،

۷۔ا اللہ کی ہستی، قضا وقدر کے مسائل، جنت ودوزخ، ملائکہ وغیرہ یعنی ماوراعقل حقائق جن کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو یا ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم ازکم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو۔اس لئے اگے کہا گیا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے فتنے برپا کرتے ہیں۔جیسے عیسائی ہیں۔قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو عبداللہ اور نبی کہا یہ واضع اور محکم بات ہے لیکن عیسائی اسے چھوڑ کر قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ جو کہا گیا اس سے اپنے گمراہ کن عقائد پر غلط استدال کرتے ہیں۔یہی حال اہل بدعت کا ہے۔قرآن کے واضع عقائد کے برعکس اہل بدعت

نے جو غلط عقائد گھڑ رکھے ہیں وہ انہیں کو بنیاد بناتے ہیں۔

۳۔۷ تاویل کے ایک معنی تو ہیں " کسی چیز کی اصل حقیقت " اس معنی کے اعتبار سے الا اللّٰہ پر وقف ضروری ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی اصل حقیقت واضع طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاویل کے دوسرے معنی ہیں " کسی چیز کی تفسیر و تعبیر اور بیان " اس اعتبار سے الا اللّٰہ پر وقف کی بجائے (وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ) پر بھی وقف کیا جا سکتا ہے کیونکہ مضبوط علم والے بھی صحیح تفسیر کا علم رکھتے ہیں " تاویل " کے یہ دونوں معنی قرآن کریم کے استعمال سے ثابت ہیں (ملخص از ابن کثیر)

۳۔۸ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ہ

اے ہمارے رب ! ہمیں ہدائت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما, یقیناً تو ہی بڑی عطا دینے والا ہے۔

۳۔۹ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ہ ع رکوع

اے ہمارے رب ! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں, یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۳۔۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ہ

کافروں کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے چھڑانے میں کچھ کام نہ آئیں گی, یہ تو جہنم کا ایندھن ہی ہیں۔

۳۔۱۱ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ہ

جیسا آل فرعون کا حال ہوا اور ان کا جو ان سے پہلے تھے انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ۃ۔۱۲ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۝

کافروں سے کہہ دیجئے! کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے (۱) اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

۱۲۔۱ یہاں کافروں سے مراد یہودی ہیں۔ اور یہ پیش گوئی جلدی پوری ہوگئی۔ چنانچہ بنو قینقاع اور بنو نفیر جلاوطن کئے گئے، بنو قریظہ قتل کئے گئے۔ پھر خیبر فتح ہوگیا اور تمام یہودیوں پر جزیہ عائد کر دیا گیا (فتح القدیر)

ۃ۔۱۳ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں، ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے (۱) اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

۱۳۔۱ یعنی ہر فریق دوسرے فریق کو اپنے سے دوگنا دیکھتا ہے۔ کافروں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی انہیں مسلمان دو ہزار کے قریب دکھائی دیتے تھے۔ مقصد اس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھانا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد تین سو سے کچھ اوپر (یا ۳۱۳) تھی، انہیں کافر ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان نظر آتے تھے۔ دراں حالانکہ ان کی اصل تعداد ہزار کے قریب (۳ گنا) تھی مقصد اس سے مسلمانوں کا عزم و حوصلہ میں اضافہ کرنا تھا۔ اپنے سے تین گنا دیکھ کر ممکن تھا مسلمان مرعوب ہو جاتے

۔جب وہ تین گنا کی بجائے دوگنا نظر آئے تو ان کا حوصلہ پست نہیں ہوا۔لیکن یہ دوگنا دیکھنے کی کفیت ابتدا میں تھی۔ پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے صف آرا ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس دونوں کو ایک دوسرے کی نظروں میں کم کر کے دکھایا تا کہ کوئی بھی فریق لڑائی سے گریز نہ کرے بلکہ ہر ایک پیش قدمی کی کوشش کرے (ابن کثیر) یہ تفصیل سورۃ الانفال۔آیت ۴۴ میں بیان کی گئی ہے۔یہ جنگ بدر کا واقع ہے جو ہجرت کیبعد دوسرے سال مسلمانوں اور کافروں کے درمیان پیش آیا۔یہ کئی لحاظ سے نہائت اہم جنگ تھی۔ایک تو اس لئے کہ یہ پہلی جنگ تھی دوسرے یہ جنگی منصوبہ بندی کے بغیر ہوئی ۔مسلمان ابوسفیان کے قافلے کے لئے نکلے تھے جو شام سے سامان تجارت لے کر مکہ جارہا تھا مگر اطلاع مل جانے کی وجہ سے وہ اپنا قافلہ بچا کر لے گیا,لیکن کفار مکہ اپنی طاقت وکثرت کے گھمنڈ میں مسلمانوں پر چڑھ دوڑے اور مقام بدر پر یہ پہلا معرکہ برپا ہوا۔تیسرے,اس میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد حاصل ہوئی,چوتھے،اس میں کافروں کو عبرت ناک شکست ہوئی،جس سے آئندہ کے لئے کافروں کے حوصلے پست ہوگئے۔

۱۴۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَ الْقَنَا طِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّ مَةِ وَالْاَنْعَا مِ وَالْحَرْ ثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَا عُ الْحَیٰو ةِ ا لدُّنْیَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰ بِ ۝

مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزیّن کردی گئی ہے,جیسے عورتوں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی (۱) یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

۱۴۔۱ شَهَوَاتٌ سے مراد یہاں مُنعَهبَاتٌ ہیں یعنی وہ چیزیں جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں اس لئے ان میں رغبت اور ان کی محبت ناپسندیدہ نہیں ہے۔بشرطیکہ اعتدال کے اندر اور

شریعت کے دائرے میں رہے۔ان کی تزیین بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔سب سے پہلے عورت کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ہر بالغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے اور سب سے زیادہ مرغوب بھی ۔خود نبی ﷺ کا فرمان ہے " عورت اور خوشبو مجھے محبوب ہے " ۔اسی طرح نبی ﷺ نے نیک عورت کو " دنیا کی سب سے بہتر متاع " قرار دیا ہے۔اس لئے اس کی محبت شریعت کے دائرے سے تجاوز نہ کرے تو یہ بہترین رفیق زندگی بھی ہے اور زاد آخرت بھی۔ ورنہ یہی عورت مرد کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے،فرمان رسول ﷺ ہے " میرے بعد جو فتنے رونما ہونگے، ان میں مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ عورتوں کا ہے۔اسی طرح بیٹوں کی محبت ہے۔اگر اس مقصد کے لئے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقا و تکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مزموم۔ نبی ﷺ کا فرمان (بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو،اس لئے کہ میں قیامت والے دن دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کرونگا) اس آیت سے رھبانیت کی تردید اور تحریک خاندانی منصوبہ بندی کی تردید بھی ثابت ہوتی ہے۔ مال و دولت سے بھی مقصود قیام معیشت صلہ رحمی،صدقہ و خیرات اور امور پر خرچ کرنا اور سوال سے بچنا ہے تا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو،تو اس محبت بھی عین مطلوب ہے ورنہ مذموم۔گھوڑوں سے مقصد, جہاد کی تیاری, دیگر جانوروں سے کھیتی باڑی اور بار برداری کا کام لینا اور زمین سے اس کی پیداوار حاصل کرنا ہو تو یہ سب پسندیدہ ہیں اور اگر مقصود محض دنیا کمانا اور پھر اس پر فخر اور غرور کا اظہار کرنا اور یاد الٰہی سے غافل ہو کر عیش و عشرت سے زندگی گزارنا ہے تو سب مفید چیزیں اس کے لئے وبال جان ثابت ہونگی۔خزانے یعنی سونے چاندی اور مال و دولت کی فروانی اور کثرت۔وہ گھوڑے جو چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے گئے ہوں۔یا جہاد کے لئے تیار کئے گئے ہوں یا نشان زدہ، جن پر امتیاز کے لئے نشان یا نمبر لگا دیا جائے (فتح القدیر وابن کثیر)

ۃ۔۱۵ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ

تَحۡتِهَا الۡاَ نۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَاَ زۡوَا جٌ مُّطَهَّرَ ةٌ وَّ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَا دِ ہ

آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمہیں اس سے بہت ہی بہتر چیز تمہیں بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (۱) اور پاکیزہ بیویاں (۲) اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے, سب بندے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں۔

۱۵۔۱ اس آیت میں اہل ایمان کو بتلایا جا رہا ہے کہ دنیا کی مذکورہ چیزوں میں ہی مت کھو جانا, بلکہ ان سے بہتر وہ زندگی اور نعمتیں ہیں جو رب کے پاس ہیں, جن کے مستحق اہل تقویٰ ہی ہونگے۔ اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو۔ اگر یہ تمہارے اندر پیدا ہو گیا تو یقیناً تم دین دنیا کی بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ لوگے۔

۱۵۔۲ پاکیزہ یعنی وہ دنیاوی میل کچیل, حیض ونفاس اور دیگر آلودگیوں سے پاک ہوں گی اور پاک دامن ہونگی۔ اس سے اگلی دو آیات میں اہل تقویٰ کی صفات کا تزکرہ ہے۔

ۃ۔۱۶ اَلَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّا رِ ہ

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ۃ۔۱۷ اَلصّٰبِرِيۡنَ وَ الصّٰدِقِيۡنَ وَالۡقٰنِتِيۡنَ وَالۡمُنۡفِقِيۡنَ وَالۡمُسۡتَغۡفِرِيۡنَ بِالۡاَ سۡحَا رِ ہ

جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلی رات کو بخشش مانگنے والے ہیں۔

ۃ۔۱۸ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًاۢ بِالۡقِسۡطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ؕ ہ

النصف

اللہ تعالیٰ فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (۱) اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے, اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۱۸۔۱ شہادت کے معنی بیان کرنے اور آگاہ کرنے کے ہیں, یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور بیان کیا اس کے ذریعے سے اس نے اپنی وحدانیت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ۔(فتح القدیر) فرشتے اور اہل علم بھی اس کی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔اس میں اہل علم کی بڑی فضیلت اور عظمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ناموں کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے تاہم اس سے مراد صرف وہ اہل علم ہیں جو کتاب اور سنت کے علم سے بہرہ ور ہیں۔

ق۔۱۹ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَاللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ وَمَا اخۡتَلَفَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡ م بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًا مبَيۡنَهُمۡ ط وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ہ

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے(۱) اور اہل کتاب اپنے پاس علم آ جانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے(۲) اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے(۳) اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۹۔۱ اسلام وہی دین ہے جس کی دعوت و تعلیم ہر پیغمبر اپنے اپنے دور میں دیتے رہے ہیں اور اس کی کامل ترین شکل وہ ہے جسے نبی آخر زماں حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا, جس میں توحید و رسالت اور آخرت پر اس طرح یقین و ایمان رکھنا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے۔ محض یہ عقیدہ رکھ لینا کہ اللہ ایک ہے یا کچھ اچھے عمل کر لینا یہ اسلام نہیں نہ اس سے نجات آخرت ملے گی۔ایمان و اسلام اور دین عنداللہ قبول نہیں ہوگا۔(الفرقان) برکتوں والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ جہانوں کا ڈرانے والا ہو, اور حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا " قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو یہودی یا نصرانی مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہو گیا, وہ جہنمی ہے۔(صحیح مسلم) اسی لئے آپ ﷺ نے اپنے وقت کے تمام سلاطین اور بادشاہوں کو خطوط تحریر فرمائے جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی (بحوالہ ابن کثیر)

۱۹۔۲ ان کے اس باہمی اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو ایک ہی دین کے ماننے والوں نے آپس میں برپا کر رکھا تھا مثلاً یہودیوں کے باہمی اختلافات اور فرقہ بندیاں، اسی طرح عیسایوں کے باہمی باہمی اختلافات اور فرقہ بندیاں۔ پھر وہ اختلافات بھی مراد ہے جو اہل کتاب کے درمیان آپس میں تھا جس کی بنا پر یہودی نصرانیوں کو اور نصرانی یہودیوں کو کہا کرتے تھے "تم کسی چیز پر نہیں ہو" نوبت محمدی ﷺ اور نبوت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں اختلاف بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ سارے اختلافات دلائل کی بنیاد پر نہیں تھے محض حسد اور بغض وعناد کی وجہ سے تھے یعنی وہ لوگ حق کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود محض اپنے خیالی دنیاوی مفاد کے چکر میں غلط بات پر جمے رہتے۔ افسوس آج مسلمان علما کی ایک بڑی تعداد ٹھیک ان ہی کے غلط مقاصد کے لئے غلط ڈگر پر چل رہی ہے۔

۱۹۔۳ یہاں آیتوں سے مراد وہ آیات ہیں جو اسلام کے دین الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ۃ۔۲۰ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۠ ع رکوع

پھر بھی اگر یہ آپ سے جھگڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں اور میرے تابعداروں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا ہے اور اہل کتاب سے اوران پڑھ لوگوں سے (۱) کہہ دیجئے! کہ کیا تم بھی اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدائیت والے ہیں اور اگر یہ روگردانی کریں, تو آپ پر صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھ بھال رہا ہے۔

۲۰۔۱ ان پڑھ لوگوں سے مراد مشرکین عرب ہیں جو اہل کتاب کے مقابلے میں بلعموم ان پڑھ تھے۔

ۃ۔۲۱ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ عدل وانصاف کی بات کہیں انہیں بھی قتل کر ڈالتے ہیں (ا) تو اے نبی! انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔

۲۱۔ا یعنی ان کی سرکشی و بغاوت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ صرف نبیوں کو ہی انہوں نے ناحق قتل نہیں کیا بلکہ ان تک کو بھی قتل کر ڈالا جو عدل وانصاف کی بات کرتے تھے۔یعنی وہ مومنین مخلصین اور داعیان حق جو امر بالمعروف اور نہی من المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے۔نبیوں کے ساتھ ان کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت وفضیلت بھی واضع کر دی۔

ۃ۔۲۲ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ہ

ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہیں اور ان کا کوئی مدد گار نہیں۔

ۃ۔۲۳ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ہ

کیا آپ نے نہیں دیکھا جنہیں ایک حصہ کتاب کا دیا گیا ہے وہ اپنے آپس کے فیصلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں, پھر بھی ایک جماعت ان کی منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے۔

۲۳۔ا ان اہل کتاب سے مراد مدینے کے یہودی ہیں جن کی اکثریت قبول اسلام سے محروم رہی اور وہ اسلام, مسلمانوں اور نبی ﷺ کے خلاف مکروسازشوں میں مصروف رہے تا آنکہ ان کے دو قبیلے جلاوطن اور ایک قبیلہ قتل کر دیا گیا۔

ۃ۔۲۴ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَ غَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ہ

اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں تو گنے چنے چند دن ہی آگ جلائے گی, ان کی گھڑی گھڑائی باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

۲۴۔ا یعنی کتاب اللہ کے ماننے سے گریز واعتراض کی وجہ کا یہ زعم باطل ہے کہ اول تو وہ جہنم میں جائیں گے ہی نہیں اور گئے بھی تو صرف چند دن ہی کے لئے جائیں گے۔اورانہی من گھڑت باتوں نے انہی دھوکے اور فریب میں ڈال رکھا ہے۔

ۃ۔۲۵ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ہ

پس کیا حال ہوگا جبکہ ہم انہیں اس دن جمع کریں گے؟ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اپنا اپنا کیا پورا پورا دیا جائے گا اوران پر ظلم نہ کیا جائے گا(ا)۔

۲۵۔ا قیامت والے دن ان کے یہ دعوے اور غلط عقائد کچھ کام نہ آئیں گے اور اللہ تعالیٰ بے لاگ انصاف کے ذریعے سے ہر نفس کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ دے گا,کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

ۃ۔۲۶ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ہ

آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے سلطنت چھین لے تو جسے چاہے ذلت دے, تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں (ا) بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۶۔ا اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قوت وطاقت کا اظہار ہے,شاہ کو گدا بنادے,گدا کو شاہ بنادے تمام اختیارات کا مالک ہے ٔیعنی تمام بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں ۔تیرے سوا کوئی بھلائی دینے والا نہیں "شر" کا خالق بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لیکن ذکر صرف خیر کا کیا گیا ہے, شر کا نہیں اس لئے کہ خیر اللہ کا فضل محض ہے ِ بخلاف شر کے یہ انسان کے اپنے عمل کا بدلہ ہے جو اسے پہنچتا ہے یا اسلئے کہ شر بھی اس کے قضا وقدر کا حصہ ہے جو خیر کو متضمن ہے اس اعتبار سے اس کے تمام افعال خیر

ہیں (فتح القدیر)

ق۔۲۷ تُولِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ تُولِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ہ

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے(۱) تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بیجان پیدا کرتا ہے(۲) تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بیشمار روزی دیتا ہے۔

۲۷۔۱ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا مطلب موسمی تغیرات ہیں۔رات لمبی ہوتی ہے تو دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور دوسرے موسم میں اس کے برعکس دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے۔یعنی کبھی رات کا حصہ دن میں اور کبھی دن کا حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے رات اور دن چھوٹے بڑے ہو جارہے ہیں۔

۲۷۔۲ جیس نطفہ (مردہ) پہلے زندہ انسان سے نکالتا ہے۔پھر اس مردہ (نطفہ) سے انسان۔اسی طرح مردہ انڈے سے پہلے مرغی پھر زندہ مرغی سے انڈہ (مردہ) یا کافر سے مومن اور مومن سے سے کافر پیدا فرماتا ہے۔بعض روایات میں ہے کہ معاذؓ نے نبی ﷺ سے اپنے اوپر قرضا کی شکائت کی تو ﷺ نے فرمایا کہ تم آیت ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ (آل عمران) پڑھا کرو یہ دعا کرو (رَحْمَانُ الدُّنْيَا وَلَآخِرَةِ) ۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ ایسی دعا ہے کہ تم پر احد پہاڑ جتنا قرض بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا تمہارے لئے انتظام فرما دے گا۔

ق۔۲۸ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤمِنِينَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِى شَىْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ہ

مومنوں کو چاہئے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں (۱) اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ

تعالیٰ کی کسی حمائت میں نہیں یہ ان کے شر سے کس طرح بچاؤ مقصود ہو (۲) اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

۲۸۔۱ اولیا ولی کی جمع ہے۔ولی ایسے دوست کو کہتے ہیں جس سے ولی محبت اور خصوصی تعلق ہو۔جیسے اللہ تعالیٰ نے آپنے آپ کو اہل ایمان کا ولی قرار دیا ہے۔(البقرہ۔۲۵۷) یعنیؒ اللہ اہل ایمان کا ولی ہےؒ مطلب یہ ہوا کہ اہل ایمان کو ایک دوسرے سے محبت اور خصوصی تعلق ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی (دوست) ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان کو اس بات سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں کیونکہ کافر اللہ کے بھی دشمن ہیں اور اہل ایمان کے بھی دشمن ہیں۔تو پھر ان کو دوست بنانے کا جواز کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس لئے اللہ تعالی نے اس مضمون کو قرآن کریم میں کئی جگہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

۲۸۔۲ یہ اجازت ان مسلمانوں کے لئے ہے جو کسی کافر کی حکومت میں رہتے ہوں کہ ان کے لئے اگر کسی وقت اظہار دوستی کے بغیر ان کے شر سے بچنا ممکن نہ ہو تو وہ زبان سے ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کر سکتے ہیں۔

ۃ۔۲۹ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

کہہ دیجئے! کہ تم اپنے سینوں کی باتیں چھپاؤ خواہ ظاہر کرو اللہ تعالیٰ بہرحال جانتا ہے, آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسے معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ۃ۔۳۰ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ
بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ع رکوع۔

جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا, آرزو کرے گا

کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت سی دوری ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔

۳۱۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ

کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو (۱) خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا (۲) اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۱۔۱ یہود اور انصرا دونوں کا دعویٰ تھا کہ ہمیں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کو ہم سے محبت ہے، بالخصوص عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ و مریم علیہا السلام کی تعظیم و محبت جو اتنا غلو کیا کہ انہیں درجہء الوہیت پر فائز کر دیا، اس کی بابت بھی ان خیال تھا کہ ہم اس طرح اللہ کا قرب اور اس کی رضا و محبت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے دعوں اور خود ساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے آخری پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی پیروی کرو۔ اس آیت نے تمام دعوے داروں محبت کے لئے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے۔

۳۱۔۲ یعنی پیروی رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے گناہ ہی معاف نہیں ہونگے بلکہ تم محبّ سے محبوب بن جاؤ گے۔ اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہ الٰہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

۳۲۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ہ

کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا (۱)۔

۳۲۔۱ اس آیت میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی پھر تاکید کر کے واضع کر دیا کہ اب نجات اگر ہے تو صرف اطاعت محمدی میں ہے اور اس سے انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ تعالیٰ

پسند نہیں فرماتا۔ چاہے وہ اللہ کی محبت اور قرب کے کتنے ہی دعوے دار ہوں۔ اس آیت میں پیروی رسول ﷺ سے گریز کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے کیونکہ دونوں ہی اپنے اپنے انداز سے ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جسے یہاں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۳ـۃ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو, ابراہیم علیہ السلام کے خاندان اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا (ا)۔

۳۳ـا انبیا علیہ السلام کے خاندانوں میں دو عمران ہوئے ہیں۔ ایک حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد اور دوسرے حضرت مریم علیہا السام کے والد۔ اس آیت میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہی دوسرے عمران مراد ہیں اور اس خاندان کو بلند درجہ حضرت مریم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے حاصل ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام مفسرین نے حنّہ بنت فاقوذ لکھا ہے (تفسیر قرطبی وابن کثیر) اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آل عمران کے علاوہ مزید تین خاندانوں کا تذکرہ فرمایا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت میں جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی ۔ دوسرے حضرت نوح علیہ السلام ہیں, انہیں اس وقت کے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ جب لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا، انہیں عمر طویل عطا کی گئی ، انہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی ، لیکن چند افراد کے سوا، کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا۔ بالآخر آپ کی بددعا سے اہل ایمان کے سوا دوسرے تمام لوگوں کو غرق کر دیا گیا۔ آل ابراہیم کو یہ فضیلت عطا کی گئی کہ ان میں انبیا و سلاطین کا سلسلہ قائم کیا اور بیشتر پیغمبر آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ حتیٰ کہ کائنات میں سب سے افضل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے، اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوئے۔

ۃ۔۳۴ ذُرِّيَّةً م بَعْضُهَا مِنْ م بَعْضٍ ط وَا للّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ہ

کہ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں (۱) اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔

۳۴۔ا یا دوسرے معنی ہیں دین میں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار۔

ۃ۔۳۵ اِذْ قَالَتِ ا مْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ہ

جب عمران کی بیوی نے کہا کے اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں تیرے نام آزاد کرنے (۱) کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔

۳۵۔ا مُحَرَّرًا (تیرے نام آزاد) کا مطلب تیری عبادت گاہ کی خدمت کے لئے وقف۔

ۃ۔۳۶ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ط وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ

جب بچی کو جنا تو کہنے لگی اے پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی ہے, اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں (۱) میں نے اس کا نام مریم رکھا (۲) میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں (۳)

۳۶۔ا اس جملے میں حسرت کا اظہار بھی ہے اور عذر کا بھی۔ حسرت، اس طرح کہ میری امید کے برعکس لڑکی ہوئی ہے اور عذر، اس طرح کہ نذر سے مقصود تو تیری رضا کے لئے ایک خدمت گار وقف کرنا تھا اور یہ کام ایک مرد ہی زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہے تو اسے جانتا ہے (فتح القدیر)

۳۶۔۲ حافظ ابن کثیر نے اس سے اور احدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے بچے کا نام ولادت سے پہلے روز رکھنا چاہئے اور ساتویں دن نام رکھنے والی حدیث کو ضعیف قرار دے دیا۔لیکن حافظ ابن القیم نے تمام احادیث پر بحث کر کے آخر میں لکھا ہے کہ پہلے روز، تیسرے روز یا ساتویں روز نام رکھا جاسکتا ہے،اس مسئلے میں گنجائش ہے۔

۳۶۔۳ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے (چھوتا) ہے۔جس سے وہ چیختا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مس شیطان سے حضرت مریم علیہا السلام کو اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

۳۷۔ۃ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔اس کی خیر خبر لینے والا زکریا علیہ السلام کو بنایا (۱) جب کبھی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے (۲) وہ پوچھتے اے مریم یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی وہ جواب دیتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔

۳۷۔۱ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے خالو بھی تھے،اس لئے بھی، علاوہ ازیں اپنے وقت کے پیغمبر ہونے کے لحاظ سے بھی وہی سب سے بہتر کفیل بن سکتے تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کی مادی ضروریات اور علمی و اخلاقی تربیت کے تقاضوں کا صحیح اہتمام کر سکتے تھے۔

۳۷۔۲ مـحـرابُ سے مراد حجرہ ہے جس میں حضرت مریم علیہا السلام رہائش پذیر تھیں۔رزق سے مراد پھل جو غیر موسمی اور کمرے میں موجود ہوتے ،حضرت زکریا علیہ السلام یا اور کوئی شخص لا کر دینے والا

نہیں تھا اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے از راہ تعجب و حیرت سے پوچھا یہ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی طرف سے۔ گویا یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ معجزا اور کرامت ولی کی کرامت کے امور کہا جاتا ہے، مزید وضاحت بعض معجزات کے ضمن میں آئے گی۔

ۃ۔۳۸ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ہ

اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

ۃ۔۳۹ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ہ

پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحیٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو (۱) اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا (۲) سردار، ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔

۳۹۔ا بے موسمی پھل دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی (بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود) یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ انہیں بھی اسی طرح اولاد سے نواز دے۔ چنانچہ بے اختیار دعا کے لئے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اُٹھ گئے، جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔

۳۹۔۲ اللہ کے کلمے کی تصدیق سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔ گویا حضرت یحیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے ہوئے۔ دونوں آپس میں خالہ زاد تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی تائید کی۔ حصوراً کے معنی ہیں گناہوں سے پاک یعنی گناہوں قریب نہیں پھٹکے، بعض نے اس کے معنی نامرد کے کئے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہ ایک عیب ہے جب کہ یہاں ان کا ذکر مدح اور

فضیلت کے طور پر کیا گیا ہے۔

ۃ۔۴۰ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ط قَالَ کَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ہ

کہنے لگے اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بلکل بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔

فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔

ۃ۔۴۱ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ط قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ط وَاذْکُرْ رَّبَّكَ کَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ہ ع رکوع

کہنے لگا پروردگار میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دے، فرمایا، نشانی یہ ہے تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا صرف اشارے سے سمجھائے گا تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح شام اسی کی تسبیح بیان کر۔

۴۱۔۱ بڑھاپے میں معجزانہ طور پر اولاد کی خوش خبری سن کر اشتیاق میں اضافہ ہوا اور نشانی معلوم کرنی چاہی۔ اللہ تعلیٰ نے فرمایا کہ تین دن تیری زبان بند ہو جائیگی۔ جو ہماری طرف سے بطور نشانی ہوگی لیکن تو اس خاموشی میں کثرت سے صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کیا کر۔ تاکہ اس نعمت الہٰی کا جو تجھے ملنے والی ہے شکر ادا ہو۔

ۃ۔۴۲ وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ہ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کر لیا۔

۴۲۔۱ حضرت مریم علیہا السلام کا یہ شرف و فضل اپنے زمانے کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث میں

حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ حضرت خدیجہ کو بھی سب عورتوں میں بہتر کہا گیا ہے اور بعض احادیث میں چار عورتس کو کامل قرار دیا گیا ہے حضرت مریم ،حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بابت کہا گیا ہے کہ ان کی فضیلت دیگر عورتوں سے پر ایسے ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فوقیت حاصل ہے ۔(ابن کثیر) اور ترمذی کی روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد ﷺ کو بھی فضیلت والی عورتوں میں شامل کیا گیا ہے۔(ابن کثیر) اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ مذکورہ خواتین ان چند عورتوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دیگر عورتوں پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی یا یہ کہ اپنے اپنے زمانے میں فضیلت رکھتی ہیں۔واللہ اعلم۔

ق۔۴۳ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ہ

اے مریم تم اپنے رب کی اطاعت کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

ق۔۴۴ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ہ

یہ غیب کی خبروں سے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں ،تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ مریم کو ان میں سے کون پالے گا ؟ اور نہ تو ان کے جھگڑنے کے وقت ان کے پاس تھا(ا)۔

۴۴۔ا آج کل کے اہل بدعت نے نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر اور ناظر ہونے کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے۔اس آیت سے ان دونوں عقیدوں کی واضح تردید ہوتی ہے۔اگر آپ نبی ﷺ عالم الغیب ہوتے ،تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ " ہم غیب کی خبریں آپ کو بیان کررہے ہیں " کیونکہ جس کو پہلے ہی علم ہو،اس کو اس طرح نہیں کہا جاتا اور اس طرح اور ناظر کو یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے جب لوگ قرعہ

اندازی کے لئے قلم ڈال رہے تھے ۔قرعہ اندازی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کے اور بھی کئی خواہش مند تھے۔

۴۵۔ة اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ہ

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے (۱) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن (۲) مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔

۴۵۔۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ یعنی کلمۃ اللہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ ان کی ولادت اعجازی شان کی مظہر اور عام انسانی اصول کے برعکس، باپ کے بغیر، اللہ کی خاص قدرت اس کے کلمہ کن کی تخلیق ہے۔

۴۵۔۲ مسیح مسح سے ہے یعنی کثرت سے زمین کی سیاحت کرنے والا، یا اس کے معنی ہاتھ پھیرنے والا ہے، کیونکہ آپ ہاتھ پھیر کر مریضوں کو باذن اللہ شفایاب فرماتے تھے ان دونوں معنوں کے اعتبار سے فَعِیلٌ بمعنی فاعل ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہونے والے دجال کو جو مسیح کہا جاتا ہے یا تو بمعنی مفعول (یعنی اس کی ایک آنکھ کانی ہوگی) کے اعتبار سے ہے یا وہ بھی چونکہ کثرت سے دنیا میں پھرے گا اور مکہ اور مدینہ کے سوا ہر جگہ پہنچے گا (بخار مسلم)

۴۶۔ة وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ہ

وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی (۱) اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

۴۶۔۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (گہوارے) میں گفتگو کرنے کا ذکر خود قرآن کریم کی سورہء مریم میں موجود ہے اس کے علاوہ صحیح حدیث میں دو بچوں کا ذکر اور ہے۔ایک صاحب جریج اور ایک اسرائیلی عورت کا بچہ (صحیح بخاری) ادھیڑ عمر میں کلام کرنے کا مطلب بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ جب وہ بڑے ہوکر وحی اور رسالت سے سرفراز کئے جائیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کا قیامت کے قریب

جب آسمان سے نزول جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے جو صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے، تو اس وقت جو وہ اسلام کی تبلیغ کریں گے، وہ کلام مراد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر و قرطبی)

ۃ۔۴۷ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ہ

کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا ؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالٰی جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے (۱)۔

۴۷۔۱ تیرا تعجب بجا، لیکن قدرت الٰہی کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، وہ تو جب چاہے اسباب عادیہ وظاہریہ کا سلسلہ ختم کر کے حکم کن سے پلک جھپکتے میں، جو چاہے کر دے۔

ۃ۔۴۸ وَیُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ہ

اللہ تعالٰی اسے لکھنا (۱) اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔

۴۸۔۱ جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا ہے یا انجیل و تورات کے علاوہ کوئی اور کتاب ہے جس کا علم اللہ تعالٰی نے انہیں دیا (قرطبی) یا تورات وانجیل کی تفسیر ہے۔

ۃ۔۴۹ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف سے وصول ہوگا، کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں (۱) پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ

تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر لیتا ہوں اور مردے کو جگا دیتا ہوں (۲) اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

۴۹۔۱ یعنی خلق یہاں پیدائش کے معنی میں نہیں ہے، اس پر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے کیونکہ وہ ہی خالق ہے۔ یہاں اس کے معنی ظاہر شکل وصورت گھڑنے اور بنانے کے ہیں۔

۴۹۔۲ دوبارہ باذن اللہ (اللہ کے حکم سے) کہنے سے مقصد یہی ہے کہ کوئی شخص اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو کہ میں خدائی صفات یا اختیارات کا حامل ہوں۔ نہیں، میں تو اس کا عاجز بندہ ہوں اور رسول ہی ہوں۔ یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے، معجزہ ہے جو شخص اللہ کے حکم سے صادر ہو رہا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے زمانے کے حالات کے مطابق معجزے عطا فرمائے تا کہ اس کی صداقت ہو اور بالاتری نمایاں ہو سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا زور تھا، انہیں ایسا معجزہ عطا فرمایا کہ جس کے سامنے بڑے اپنا کرتب دکھانے میں ناکام رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا بڑا چرچہ تھا چنانچہ انہوں نے مردہ کو زندہ کر دینے مادر یا د اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا گیا جو کوئی بھی بڑے سے بڑا طبیب اپنے فن کے ذریعے سے کرنے پر قادر نہیں تھا۔ ہمارے پیغمبر نبی کریم ﷺ کے دور شعر و ادب اور فصاحت اور بلاغت کا زور تھا ، چنانچہ انہیں قرآن جیسا فصیح و بلیغ اور پر اعجاز کلام عطا فرمایا گیا، جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا بھر کے بلغا اور شعرا عاجز رہے اور چلینج کے باوجود آج تک عاجز ہیں اور قیامت تک عاجز رہیں گے (ابن کثیر)

ۃ۔۵۰ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ہ

اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ

چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کردی گئیں (۱) اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانداری کرو۔

۵۰۔۱ اس سے مراد یا تو وہ بعض چیزیں ہیں جو بطور سزا اللہ تعالٰی نے ان پر حرام کردی تھیں یا پھر وہ چیزیں جو ان کے علما اجتہا کے ذریعے سے حرام کی تھیں اور اجتہاد میں ان سے غلطی کا ارتکاب ہوا، حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اس غلطی کا ازالہ کرکے انہیں حلال قرار دیا۔ (ابن کثیر)

ۃ۔۵۱ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ہ

یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

۵۱۔۱ یعنی اللہ کی عبادت کرنے میں اور اس کے سامنے ذلت و عاجزی کے اظہار میں میں اور تم دونوں برابر ہیں۔ اس لئے سیدھا راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی واحدیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

ۃ۔۵۲ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ہ

مگر جب حضرت عیسٰی (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کرلیا (۱) تو کہنے لگے اللہ تعالٰی کی راہ میری مدد کرنے والا کون کون ہے (۲) حواریوں (۳) نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالٰی کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالٰی پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیئے کہ ہم تابعدار ہیں۔

۵۲۔۱ یعنی ایسی گہری سازش اور مشکوک حرکتیں جو کفر یعنی حضرت مسیح کی رسالت کے انکار پر مبنی تھیں۔

۵۲۔۲ بہت سے نبیوں نے اپنی قوم کے ہاتھوں تنگ آ کر ظاہری اسباب کے مطابق اپنی قوم کے باشعور لوگوں سے مدد طلب کی ہے۔ جس طرح خود نبی ﷺ نے بھی ابتدا میں، جب قریش آپ کی دعوت کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے، تو آپ موسم حج میں لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے پر آمادہ کرتے تھے

تا کہ آپ رب کا کلام لوگوں تک پہنچا سکیں جس پر انصار نے لبیک کہا اور نبی ﷺ کی انہوں نے
قبل ہجرت مدد کی۔اس طرح یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد طلب فرمائی۔یہ وہ مدد نہیں ہے جو
مافوق الاسباب طریقے سے طلب کی جاتی ہے کیونکہ وہ تو شرک ہے اور ہر نبی شرک کے سد باب ہی
کے لئے آتا رہا ہے، پھر وہ خود شرک کا ارتکاب کس طرح کر سکتے تھے۔

۳۔۵۲ حواریوں حواری کی جمع ہے بمعنی انصار (مددگار) جس طرح نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر
نبی کا کوئی مددگار خاص ہوتا ہے اور میرا مددگار زبیرؓ ہے۔

ۃ۔۵۳ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ہ

اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی
اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔

ۃ۔۵۴ وَ مَكَرُوْا وَمَكَرَاللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُالْمٰكِرِيْنَ ہ ع الثلثۃ

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی (مکر) خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے (۱) رکوع

۱۔۵۴ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں شام کا علاقہ رومیوں کے زیرنگیں تھا، یہاں ان کا جو
حکمران مقرر تھا، وہ کافر تھا۔یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اس حکمران کے کان بھرے
کہ یہ نعوذ باللہ بے باپ کے اور فسادی ہے وغیرہ وغیرہ۔حکمران نے ان کے مطالبے پر حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو سولی دینے کا فیصلہ کر لیا۔لیکن اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحفاظت آسمان پر آٹھالیا اور
ان کی جگہ ان کے ہمشکل ایک آدمی کو سولی دے دی (مکرؔ) عربی زبان میں لطیف اور خفیہ تدبیر کو کہتے
ہیں اور اس معنی میں یہاں اللہ تعالیٰ (خَيْرُالْمَاكِرِيْنَ) کہا گیا گویا یہ مکر (برا) بھی ہو سکتا ہے اگر
غلط مقصد کے لئے ہو اور خیر (اچھا) بھی ہو سکتا ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو۔

ۃ۔۵۵ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَا

عِلُ ا لَّزِیۡنَ اتَّبَعُوۡ کَ فَوۡقَ الَّزِیۡنَ کَفَرُوۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡ جِعُکُمۡ فَاَ حۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ہ

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں (۱) اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں (۲) اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں قیامت کے دن تک (۳) پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کرونگا۔

۵۵۔ا انسان کی موت پر جو وفات کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس لئے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے موت اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ نیند میں بھی چونکہ انسانی اختیارات عارضی طور پر معطل کر دیئے جاتے ہیں اس لئے نیند پر بھی قرآن نے وفات کے لفظ کا اطلاق کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کے حقیقی اور اصل معنی میں پورا پورا لینے کے ہی ہیں۔ یعنی اے عیسیٰ تجھے میں یہودیوں کی سازش سے بچا کر پورا پورا اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لونگا۔ چناچہ ایسا ہی ہوا اور پھر جب دوبارہ دنیا میں نزول ہوگا تو اس وقت موت سے ہمکنار کرونگا۔ یعنی یہودیوں کے ہاتھوں تیرا قتل نہیں ہوگا بلکہ تجھے طبعی موت ہی آئے گی۔ (فتح القدیر)

۵۵۔۲ اس سے مراد ان الزامات سے پاکیزگی ہے جن سے یہودی آپ کو مہتم کرتے تھے، نبی ﷺ کے ذریعے سے آپ کی صفائی دنیا میں پیش کردی جائے گی۔

۵۵۔۳ اس سے مراد یا تو نصاریٰ کا دنیاوی غلبہ ہے جو یہودیوں پر قیامت تک رہے گا، گو وہ اپنے غلط عقائد کی وجہ سے نجات اخروی سے محروم ہی رہیں گے۔ یا امت محمدیہ کے افراد کا غلبہ ہے جو در حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر تمام انبیا کی تصدیق کرتے اور ان کے صحیح دین کی پیروی کرتے ہیں۔]

ۃ۔۵۶ فَاَ مّا الَّزِیۡنَ کَفَرُوۡ افَاُ عَذِّ بُھُمۡ عَذَا بًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمۡ مِنۡ

نّٰصِرِيْنَ ه

پھر کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت تر عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

ۃ۔۵۷ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَ فِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ

لیکن ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

ۃ۔۵۸ ذٰلِكَ نَتْلُوْ هُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّ كْرِ الْحَكِيْمِ ه

یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہیں۔

ۃ۔۵۹ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ه

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم (علیہ السلام) کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔

ۃ۔۶۰ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ه

تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

ۃ۔۶۱ فَمَنْ حَآ جَّكَ فِيْهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآ ءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْ عُ اَبْنَآ ءَ نَاوَاَبْنَآ ءَكُمْ وَ نِسَآ ءَ نَا وَ نِسَآ ءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ه

اس لیئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔(۱)

۶۱۔۱ یہ آیت مباہلہ کہلاتی ہے۔مباہلہ کے معنی ہیں دو فریق کا ایک دوسرے پر لعنت یعنی بدعا

کرنا۔مطلب یہ ہے کہ جب دوفریقں میں کسی معاملے کے حق یا باطل ہونے میں اختلاف ہواور دلائل سے وہ ختم ہوتا نظر نہ آتا ہوتو دونوں بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کریں کہ یااللہ ہم دونوں میں سے جوجھوٹا ہے ،اس پر لعنت فرما ، اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ ۹ ہجری میں نجران سے عیسایئوں کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو وہ غلوآمیز عقائد رکھتے تھے اس پر مناظرہ کرنے لگا۔بالآخر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی حضرت علیؓ،حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسن،حسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لیا اور عیسایئوں سے کہا کہ تم بھی اپنے اہل وعیال کو بلالو اور پھر ملکر جھوٹے پر لعنت کی بددعا کریں۔عیسایوں نے باہم مشورے کے بعد مباہلہ کرنے سے گریز کیا اور پیش کش کی کہ آپ ہم سے جو چاہتے ہیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں ۔چنانچہ نبی ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر فرمایا جس کی وصولی کے لئے آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو،جنہیں آپ ﷺ نے آمین اُمت کا خطاب عنائت فرمایا تھا ان کے ساتھ بھیجا (تفسیر ابن کثیر وفتح القدیر وغیرہ)ا

ق-٦٢ اِنَّ ھٰذَالَھُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَھُوَالْ عَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یقیناً صرف یہی سچا ایمان ہے اور کوئی معبود برحق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بے شک غالب اور حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ق-٦٣ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ م بِلْمُفْسِدِيْنَ ہ ع رکوع-٦

پھر بھی اگر قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی صحیح طور پر فسادیوں کو جاننے والا ہے۔

ہ-٦٤ قُلْ يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ م سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــئًا وَّ لَايَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُو اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ہ

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں (۱) نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں (۲) پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں (۳)

۶۴۔۱ کسی بت نہ صلیب کو، نہ آگ اور نہ کسی چیز کو، بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں جیسا کہ تمام انبیا کی دعوت رہی ہے۔

۶۴۔۲ یہ ایک تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم نے حضرت مسیح اور حضرت عزیز علیہ السلام کی ربوبیت (رب ہونے) کا جو عقیدہ کھڑا کر رکھا ہے یہ غلط ہے وہ رب نہیں ہیں انسان ہیں دوسرا اس بات کی طرف اشارہ ہے تم نے اپنے احبار و رہبان کو حلال یا حرام کرنے کا جو اختیار دے رکھا ہے یہ بھی ان کو رب بنانا ہے، حلال اور حرام کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے (ابن کثیر و فتح القدیر)

۶۴۔۳ صحیح بخاری میں ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق آپ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کو کو مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں اسے اس آیت کے حوالے سے قبول اسلام کی دعوت دی اسے کہا تم مسلمان ہو جائے گا تو تجھے دوہرا اجر ملے گا ورنہ ساری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا " اسلام قبول کرلے، سلامتی میں رہے گا" کیونکہ رعایا کا عدم قبول اسلام کا سبب تو ہی ہوگا۔ اس آیت مذکورہ میں تین نقاط ۱۔ صرف اللہ کی عبادت کرنا۔ ۲ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ ۳ اور کسی کو شریعت سازی کا خدائی مقام نہ دینا۔ لہذا اس امت کے شیرازہ کو جمع کرنے کے لئے بھی ان تینوں نکات اور اس کلمہء سواء کو بدرجہ اولیٰ اساس و بنیاد بنانا ہے۔

۶۵۔ۃ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ے اہل کتاب! تم ابراہیم کی بابت جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل کی گئیں ،کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

۶۵۔۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے، حالانکہ تورات، جس پر یہودی ایمان رکھتے تھے اور انجیل جسے عیسائی مانتے تھے، دونوں حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے سینکڑوں برس بعد نازل ہوئیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا عیسائی کس طرح ہو سکتے ہیں، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا حضرت ابراہیم وعیسیٰ علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ تھا (قرطبی)

ۃ۔۶۶ هٰاَنْتُمْ هٰوءُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

سنو! تم لوگ اس میں جھگڑ چکے جس کا تمہیں علم تھا پھر اب اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (۱) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے ۔

۶۶۔۱ تمہارے علم اور دیانت کا تو یہ حال ہے کہ جن چیزوں کا تمہیں علم ہے۔ یعنی اپنے دین اور اپنی کتاب کا، اس کی بابت تمہارے جھگڑے، بے اصل بھی ہیں اور بے عقلی کا مظہر بھی تو پھر تم اس بات پر کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں سرے سے علم ہی نہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہا السلام کی شان اور ان کی ملت حنفیہ کے بارے میں، جس کی اساس توحید واخلاص پر ہے۔

ۃ۔۶۷ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ہ

ابراہیم تو نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو ایک طرفہ (خالص) مسلمان تھے (۱) مشرک بھی نہ تھے۔

۶۷۔ا خالص مسلمان، یعنی شرک سے بیزار اور صرف خدا واحد کے پرستار۔

ۃ۔۶۸ اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝

جنھوں نے ان کا کہنا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے (ا) مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔

۶۸۔ا اسی لئے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیمی کا کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، علاوہ ازیں حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ہر نبی کے نبیوں میں سے دوست ہوتے ہیں ،میرے ولی (دوست) ان میں سے میرے باپ ا ور میرے رب کے خلیل (ابراہیم علیہ السلام) ہیں۔

ۃ۔۶۹ وَدَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يُضِلُّوۡنَكُمۡ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝

اہل کتاب کی ایک جماعت چاہتی ہے کہ تمہیں گمراہ کر دیں دراصل وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور سمجھتے نہیں (ا)۔

۶۹۔ا یہ یہودیوں کے اس حسد و بغض کی وضاحت ہے جو اہل ایمان سے رکھتے تھے اور اسی عناد کی وجہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح خود ہی بے شعوری میں آپنے اپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔

ۃ۔۷۰ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ۝

اے اہل کتاب تم باجود قائل ہونے کے پھر بھی دانستہ اللہ کی آیات کا کیو ں کفر کر رہے ہو۔

۷۰۔ا قائل ہونے کا مطلب ہے کہ تمہیں نبی کریم ﷺ کی صداقت و حقانیت کا علم ہے۔

ۃ۔۷۱ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ع رکوع ۷

اے اہل کتاب! باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں غلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو (ا)۔

۷۱۔۱ اس میں یہودیوں کے دو بڑے جرائم کی نشان دہی کر کے انہیں ان سے باز رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے، پہلا جرم حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کو غلط ملط کرنا تاکہ لوگوں پر حق اور باطل واضع نہ ہو سکے دوسرا حق چھپانا۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے جو اوصاف تورات میں لکھے ہوئے تھے انہیں لوگوں سے چھپانا تاکہ نبی ﷺ کی صداقت کم از کم اس اعتبار سے نمایاں نہ ہو سکے۔ اور یہ دونوں جرم جانتے بوجھتے کرتے تھے۔ جس ان کی بدبختی دوچند ہو گئی تھی۔ ان کے جرائم کی نشان دہی سورہ بقرہ میں بھی کی گئی ہے۔

۷۲۔ وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ہ

اور اہل کتاب کی ایک اور جماعت نے کہا جو کچھ ایمان والوں پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تاکہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں (۱)۔

۷۲۔۱ یہ یہودیوں کے ایک اور مکر کا ذکر ہے۔ جس سے وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے باہم طے کیا کہ صبح کو مسلمان ہو جائیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی اپنے اسلام کے بارے میں شک پیدا ہو کہ یہ لوگ قبول اسلام کے بعد دوبارہ اپنے دین میں چلے گئے ہیں تو ممکن ہے کہ اسلام میں ایسے عیوب اور خامیاں ہوں جو ان کے علم میں آئی ہوں۔

۷۳۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ہ

اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو (۱) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (۲) (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسے تم دیئے گئے ہو (۳) یا یہ کہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے، آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو

اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہے اسے دے، اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

۷۳۔۱ یہ آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کو کہا۔ کہ تم ظاہری طور پر تو اسلام کا اظہار ضرور کرو لیکن اپنے ہم مذہب (یہود) کے سوا کسی اور کی بات پر یقین مت رکھنا۔

۷۳۔۲ یہ ایک جملہ معترضہ ہے جس کا ماقبل اور مابعد سے تعلق نہیں ہے صرف ان کے مکر و حیلہ کی اصل حقیقت اس سے واضع کرنا مقصود ہے کہ ان کے جملوں سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ ہدایت تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو ہدایت دے یا دینا چاہے، تمہارے حیلے اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

۷۳۔۳ یہ بھی یہودیوں کا قول ہے اور اسکا عطف ہے۔ یعنی یہ بھی تسلیم مت کرو کہ جس طرح تمہارے اندر نبوت وغیرہ رہی ہے، یہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے اور اس طرح یہودیت کے سوا کوئی اور دین بھی حق ہوسکتا ہے۔

ۃ۔۷۴ يَّخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۝

وہ آپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص کر لے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

۷۴۔۱ اس آیت کے دو معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ یہودا کے بڑے بڑے علماء جب اپنے شاگردوں کو یہ سکھاتے کہ دن چڑھتے ایمان لاؤ اور دن اترتے کفر کرو تا کہ جو لوگ فی الواقع مسلمان ہیں وہ بھی تذبذب ہو کر مرتد ہو جائیں تو ان شاگردوں کو مزید یہ تاکید کرتے تھے کہ دیکھو صرف ظاہرا مسلمان ہونا، حقیقتاً اور واقعتاً مسلمان نہ ہو جانا۔

ۃ۔۷۵ وَ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِقِنۡطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِدِيۡنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَيۡسَ عَلَيۡنَا فِى الۡاُمِّيّٖنَ سَبِيۡلٌ ۚ وَ يَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۝

بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر تو خزانے کا امین بنا دے تو بھی وہ واپس کر دیں اور ان میں سے بعض

ایسے بھی ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو تجھے ادا نہ کریں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تو اس کے سر پر ہی کھڑا رہے، یہ اس لئے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم پر ان جاہلوں (غیر یہودی) کے حق کا کوئی گناہ نہیں یہ لوگ باوجود جاننے کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں (۱)۔

۷۵۔۱ (ان پڑھ۔ جاہل) سے مراد مشرکین عرب ہیں یہود کے بد دیانت لوگ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ چونکہ مشرک ہیں اس لئے ان کا مال ہڑپ کر لینا جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں، اللہ تعالیٰ کسی طرح کسی کا مال ہڑپ کر جانے کی اجازت دے سکتا ہے اور بعض تفسیری روایات میں ہے کہ نبی ﷺ نے بھی یہ سن کر فرمایا کہ "اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا زمانہ جاہلیت کی تمام چیزیں میرے قدموں تلے ہیں، سوائے امانت کے کہ وہ ہر صورت میں ادا کی جائے گی چاہے وہ کسی نیکوکار ہو یا بدکار کی۔ (ابن کثیر و فتح القدیر)

ۃ۔۷٦ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ہ

کیوں نہیں (مؤاخذا ہوگا) البتہ جو شخص اپنا قرار پورا کرے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے (۱)۔

۷٦۔۱ "قرار پورا کرے" کا مطلب وہ عہد پورا کرے جو اہل کتاب سے یا ہر نبی کے واسطے سے ان کی امتوں سے نبی ﷺ پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا ہے اور "پرہیزگاری کرے" یعنی اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچے اور ان باتوں پر عمل کرے جو نبی ﷺ نے بیان فرمائیں۔ ایسے لوگ یقیناً مؤاخذہ الٰہی سے نہ صرف محفوظ رہیں گے بلکہ محبوب باری تعالیٰ ہونگے۔

ۃ۔۷۷ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہ

بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں

کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات چیت کرے گا، اور ان کی طرف قیامت کے دن دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے(۱)۔

۷۷۔۱ مذکورہ افراد کے برعکس دوسرے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔اور یہ دو طرح کے لوگ شامل ہیں ایک تو وہ جو عہد الٰہی اور اپنی قسموں کو پس پشت ڈال کر تھوڑے سے دینی مفادات کے لئے نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے دوسرے وہ لوگ ہیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سودا بیچتے ہیں یا کسی کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں جیسا کے احادیث میں وارد ہے۔مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا کہ " جو شخص کسی کا مال ہتھیانے کے لئے جھوٹی قسم کھائے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا نیز فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا ان میں ایک وہ شخص جو جھوٹی قسم کے ذریعے سے اپنا سودا بیچتا ہے۔متعدد احادیث میں یہ باتیں بیان کی گئی ہیں۔(ابن کثیر و فتح القدیر)

۷۸۔ة وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ہ

یقیناً ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے تاکہ تم اسے کتاب ہی کی عبارت خیال کرو حالانکہ دراصل وہ کتاب میں سے نہیں، اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں(۱)۔

۷۸۔۱ یہ یہود کے ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے کتاب الٰہی (تورات) نہ صرف بددیانتی و تبدیلی کی بلکہ دو جرم بھی کئے ایک تو زبان کو مروڑ کر کتاب کے الفاظ پڑھتے جس سے عوام کو خلاف واقعہ تاثر دینے میں وہ کامیاب رہتے دوسرا وہ اپنی خود ساختہ باتوں من عند اللہ باور کراتے۔بدقسمتی امت

محمدیہ کے مذہبی پیشواؤں میں بھی نبی ﷺ کی پیش گوئی (تم اپنے سے پہلی امتوں کی قدم بقدم پیروی کروگے) کے مطابق بکثرت ایسے لوگ ہیں جو دینوی اغراض، یا جماعتی تعصب یا فقہی جمود کی وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے ہیں۔ پڑھتے قرآن کی آیت ہیں اور مسئلہ اپنا خودساختہ بیان کرتے ہیں۔ عوام سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے مسئلہ قرآن سے بیان کیا ہے حالانکہ اس مسئلے کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یا پھر آیات میں معنوی تبدیلی وطمع سازی سے کام لیا جاتا ہے تا کہ باور یہی کرایا جائے کہ یہ من عنداللہ ہے۔

۷۹۔ق مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّا سِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ہ

کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ(۱) تمہارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمہارے کتاب پڑھنے کے سبب۔

۷۹۔۱ یہ عیسائیوں کے ضمن میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا ہوا ہے حالانکہ وہ ایک انسان تھے جنہیں کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا۔ ایسا کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے پجاری اور بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے کہ رب والے بن جاؤ رَبَّا نِیُّ رب کی طرف منسوب ہے، الف اور نون کا اضافہ مبالغہ کے لئے ہے۔ (فتح القدیر)

۷۹۔۲ یعنی کتاب اللہ کی تعلیم وتدریس کے نتیجے میں رب کی شناخت اور رب سے خصوصی ربط وتعلق قائم ہونا چاہیئے، اسی طرح کتاب اللہ کا علم رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو بھی قرآن کی تعلیم دے۔ اس آیت سے واضع ہے کہ جب اللہ کے پیغمبروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی

عبادت کرنے کا حکم دیں، تو کسی اور کو یہ کیونکر حاصل ہوسکتا ہے۔(ابن کثیر)

ة ۔۸۰ وَ لَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ٥ ع رکوع۔۸

اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے کا حکم دے کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم دے گا۔

۸۰۔ا یعنی نبیوں اور فرشتوں (یا کسی اور کو) رب والی صفات کا حامل باور کرانا یہ کفر ہے۔تمہارے مسلمان ہوجانے کے بعد ایک نبی یہ کام بھلا کس طرح کرسکتا ہے؟ کیونکہ نبی کا کام تو ایمان کی دعوت دینا ہے جو اللہ واحدہٗ لا شریک کی عبادت کا نام ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔اللہ کی پناہ،اس بات سے ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کریں یا کسی کو اس کا حکم دیں،اللہ نے مجھے نہ اس لئے بھیجا ہے نہ اس کا حکم ہی دیا ہے ۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔(ابن کثیر۔بحوالہ سیرۃ ابن ہشام)

ة ۔۸۱ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ٥

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے ۔(ا) فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے ۔فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

۸۱۔ا یعنی ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اس کی زندگی اور دورِ نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہوگا۔جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کو ایمان

لانا ضروری ہے تو ان کی امتوں کے لئے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مفہوم مراد لیا ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بابت تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اگر ان کے دور میں وہ آ جائیں تو اپنی نبوت ختم کر کے ان پر ایمان لانا ہوگا۔ لیکن یہ واقعہ
یہ ہے پہلے معنی میں ہی یہ دوسرا مفہوم از خود آ جاتا ہے اس لئے الفاظ قرآن کے اعتبار سے پہلا مفہوم ہی زیادہ صحیح ہے اس مفہوم کے لحاظ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ نبوت محمدی کے سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا۔

ق۔۸۲ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔

۸۲۔ا یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور دیگر اہل مذہب کو تنبیہ ہے کہ بعث محمدی کے بعد بھی ان پر ایمان لانے کی بجائے اپنے اپنے مذہب میں قائم رہنا اس عہد کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے واسطے سے ہر امت سے لیا اور اس عہد سے انحراف کفر ہے۔ فسق یہاں کفر کے معنی میں ہے کیونکہ نبوت محمدی سے انکار صرف فسق نہیں سرا سر کفر ہے۔

ق۔۸۳ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○

کیا وہ اللہ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے (ا) سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

۸۳۔ا جب آسمان اور زمین کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے باہر نہیں، چاہے خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ تو پھر تم اس کے سامنے قبول اسلام سے کیوں گریز کرتے ہو؟ اگلی آیت میں ایمان لانے کا طریقہ بتلا کر (کہ ہر نبی اور ہر منزل کتاب بغیر تفریق کے ایمان لانا ضروری ہے) پھر کہا جا

رہا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں ہوگا کسی اور دین کے پیروکاروں کے حصے میں سوائے کھانے کے اور کچھ نہیں آئے گا۔

ق۔۸۴ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَ سْبَا طِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ

آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اوران کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسٰی وعیسٰی علیہا السلام پر اور دوسرے (انبیا علیہا السلام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئے گئے ان سب پر ایمان لائے (ا) ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

۸۴۔ا یعنی تمام سچے نبیوں پر ایمان لانا کہ وہ اپنے اپنے وقت میں اللہ کی طرف سے معبوث تھے ،نیز ان پر جو الہامی کتابیں نازل ہوئیں ان کی بابت بھی عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمانی کتابیں تھیں اور واقع اللہ کی طرف سے نازل ہوی تھیں ،ضروری ہے۔گو اب عمل صرف قرآن کریم پر ہی ہوگا،کیونکہ قرآن نے پچھلی کتابوں کو منسوخ کردیا۔

ق۔۸۵ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَا لْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

جو شخص اسلام کے سوااور دین تلاش کرے،اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔

ق۔۸۶ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْ ا بَعْدَ اِيْمَا نِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ہ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدائت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد کافر ہو جائیں،اللہ تعالیٰ ایسے بے انصاف لوگوں کو راہ راست پر

نہیں لاتا۔

ۃ۔۸۷ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ o

ان کی تو یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ۃ۔۸۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ

جس میں یہ ہمیشہ پڑے رہیں گے نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا نہ انہی مہلت دی جائے گی۔

ۃ۔۸۹ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o

مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

۸۹۔ا انصار میں سے ایک مسلمان مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا، لیکن جلدی ہی اسے ندامت ہوئی اور اس نے لوگوں کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ تک پیغام بھجوایا کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ؟اس پر یہ آیت نازل ہوئیں۔ان آیات سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا اگرچہ بہت سخت ہے کیونکہ اس نے حق پہنچانے کے بعد بغض اور عناد اور سرکشی سے حق سے انکار کیا۔تاہم اگر کوئی خلوص دل سے توبہ اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے،اس کی توبہ قابل قبول ہے۔

ۃ۔۹۰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ o

بے شک جو لوگ (۱) اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کریں پھر کفر میں بڑھ جائیں ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی (۲) یہی گمراہ لوگ ہیں۔

۹۰۔ا اس آیت میں ان کی سزا بیان کی جارہی ہے جو مرتد ہونے کے بعد توبہ کی توفیق سے محروم رہیں اور کفر پر انتقال ہو۔

۹۰۔۲ اس سے وہ توبہ مراد ہے جو موت کے وقت ہو۔ورنہ توبہ کا دروازہ تو ہر ایک کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔اس سے پہلی آیت میں بھی قبولیت توبہ کی بابت ہے۔علاوہ ازیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار

توبہ کی اہمیت اور قبولیت کو بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اسے موت کا اچھونہ لگے“ یعنی جان کنی کے وقت کی توبہ قبول نہیں۔

ۃ۔۹۱ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ
ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ع رکوع ۹

ہاں جولوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے گو فدیئے میں ہی ہوتو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔یہی لوگ ہیں جن کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور جن کا کوئی مددگار نہیں۔

لَنْ تَنَالُوْا ۴	سورت	آل عمران	النساء
	صفحہ	جاری	۲۵۶

ۃ۔۹۲ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

جب تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے(۱) اور تم جو خرچ کروا سے اللہ بخوبی جانتا ہے(۲)۔

۹۲۔ا بر (نیکی بھلائی) سے مراد عمل صالح یا جنت ہے (فتح القدیر) حدیث میں آتا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابوطلحہ انصاریؓ جو مدینہ کے اصحاب حثیت میں سے تھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بیر کا باغ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اسے اللہ کی رضا کے لئے صدقہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا” وہ تو بہت نفع بخش مال ہے، میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو“ چناچہ آپ ﷺ کے مشورے سے انہوں نے اسے اپنے اا قارب اور عم زادوں میں تقسیم کردیا، اچھی چیز صدقہ کی جائے

اکمل درجہ حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ جس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کمتر چیز یا اپنی ضرورت سے زائد فالتو چیز یا استعمال شدہ پرانی چیز کا صدقہ نہیں کیا جاسکتا یا اس کا اجر نہیں ملے گا۔ اس قسم کی چیزوں کا صدقہ کرنا بھی یقیناً جائز اور باعث اجر ہے گو کمال وافضلیت محبوب چیز کے خرچ کرنے میں ہے۔

۹۲۔۲ تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اچھی یا بری چیز، اللہ اسے جانتا ہے، اس کے مطابق جزا سے نوازے گا۔

ۃ۔۹۳ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝

تورات کے نزول سے پہلے (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) نے جس چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کے سوا تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تورات لے آؤ اور پڑھ سناؤ (۱)۔

۹۳۔۱ یہ اور مابعد دو آیتیں یہود کے اس اعتراض پر نازل ہوئیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ دین ابراہیمی کے پیروکار ہونے کا دعوا کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی کھاتے ہیں جب کہ اونت کا گوشت اور اس کا دودھ دین ابراہیمی میں حرام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہود کا دعوا غلط ہے حضرت ابراہیم کے دین میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں۔ ہاں البتہ بعض چیزیں اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں اور وہ یہی اونت کا گوشت اور دودھ تھا (اس کی ایک وجہ نذر یا بیماری تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ فعل بھی نزول تورات سے پہلے کا ہے۔

ۃ۔۹۴ فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھیں وہ ہی ظالم ہیں۔

ۃ۔۹۵ قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝

کہہ دیجئے کہ اللہ سچا ہے تم سب ابراہیم حنیف کے ملت کی پیروی کرو، جو مشرک نہ تھے۔

ق۔۹۶ اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وَّ ضِعَ لِلنَّا سِ لَلَّزِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَ كًا وَّ هُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ه

اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جولوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے(۱) جو تمام دنیا کے لئے برکت اور ہدیئت والا ہے۔

۹۶۔۱ یہ یہود کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس سب سے پہلا عبادت خانہ ہے محمد ﷺ اوران کے ساتھیوں نے اپنا قبلہ کیوں بدل لیا؟ اس کے جواب میں کہا گیا تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔ پہلا گھر، جواللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا، وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

ق۔۹۷ فِيۡهِ اٰ يٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَا مُ اِبۡرٰ هِيۡمَ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الۡبَيۡتِ مَنِ اسۡتَطَا عَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الۡ عٰلَمِيۡنَ ه

جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اس میں جو آجائے امن والا ہو جاتا ہے(۱) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس طرف کی راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے(۲) اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے) بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے(۳)۔

۹۷۔۱ اس میں قتال خون ریزی شکار حتٰی کہ درخت کاٹنا ممنوع ہے۔

۹۷۔۲ "راہ پا سکتے ہوں" کا مطلب زادراہ کی استعاعت اور فراہمی ہے۔ یعنی اتنا خرچ کہ سفر کے اخراجات پورے ہو جائیں۔ علاوہ ازیں استعاعت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ راستہ پرامن ہو اور جان و مال محفوظ رہے اسی طرح یہ بھی ضروریٰ ہے صحت اور تندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو نیز عورت کے لئے محرم بھی ضروری ہے۔ یہ آیت ہر صاحب استعاعت کے لئے وجوب حج کی دلیل وراحادیث سے امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ عمر میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔

۹۷۔۳ استعاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے کفر سے تعبیر کیا ہے جس سے حج کی فرضیت میں اور اس کی تاکید میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ احادیث میں بھی ایسے شخص کے لئے وعید آئی ہے۔

ق۔۹۸ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيۡدٌ عَلٰى مَا تَعۡمَلُوۡنَ ہ

آپ کہہ دیجئے کہ اہل کتاب تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو، جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس پر گواہ ہے۔

ق۔۹۹ قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّاَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ہ

ان اہل کتاب سے کہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو کیوں روکتے ہو؟ اور اس میں عیب ٹٹولتےہو حالانکہ تم خود شاہد ہو(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

۱۔۹۹ یعنی تم جانتے ہو کہ یہ دین اسلام حق ہے، اس کے داعی اللہ کے سچے پیغمبر ہیں کیونکہ یہ باتیں ان کتابوں میں درج ہیں جو تمہارے انبیا پر اتریں اور جنہیں تم پڑھتے ہو۔

ق۔۱۰۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ كٰفِرِيۡنَ ہ

اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔

۱۔۱۰۰ یہودیوں کے مکر و فریب اور ان کی طرف سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششوں کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو تنبیہ کی جا رہیے کہ تم بھی ان کی شازشوں سے ہوشیار رہو اور قرآن کی تلاوت کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے موجود ہونے کے باوجود کہیں یہود کے جال میں نہ پھنس جانا ۔اس کہ پس منظر تفسیری روایات میں اسطرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج ایک مجلس میں اکھٹے بیٹھے بہم گفتگو کر رہے تھے کہ شاس بن قیس یہودی ان کے پاس سے گزرا اور ان کا باہمی پیار دیکھ کر جل بھن گیا پہلے یہ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اب اسلام کی برکت سے بہم شیرو

شکر ہو گئے ہیں۔ اس نے ایک نوجوان کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ ان کے درمیان جنگ بعاث کا تذکرہ کرے جو ہجرت سے ذرہ پہلے ان کے درمیان ہوئی تھی انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف رزمیہ اشعار کہے تھے وہ ان کو سنائے۔ چناچہ اس نے ایسا ہی کیا، جس ان دونوں قبیلوں کے درمیانجذبات بھڑک اٹھے اور ایک دوسرے کو گالی گلوچ دینے لگے یہاں تک کے ہتھیار اٹھانے کے لئے للکار اور پکار شروع ہوگئی اور قریب تھا کہ ان کا باہم قتال بھی شروع ہو جائے کہ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے اور انہیں سمجھایا اور وہ باز آ گئے اس پر یہ آیت بھی اور جو آگے آ رہی ہیں وہ بھی نازل ہوئیں (ابن کثیر)

۳۔۱۰۱ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۵ ع رکوع

(گویا یہ ظاہر ہے کہ) تم کیسے کافر کر سکتے ہو؟ باوجویکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ (ﷺ) موجود ہیں۔ جو شخص اللہ کے دین کو مضبوط تھام لے (۱) تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی۔

۱۰۱۔۱ اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لینا اور اس کی اطاعت میں کوتا ہی نہ کرنا۔

۳۔۱۰۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۵

اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو یقیناً اس سے ڈرنا چاہئے (۱) دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا

۱۰۲۔۱ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام و فرائض پورے طور پر بجالائے جائیں اور منہیات کے قریب نہ جایا جائے بعض کہتے ہیں کہ اس آیت سے صحابہ اکرام پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمادی اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق ڈرو جس طرح اپنی طاقت سے ڈرنے کا حق ہے (فتح القدیر)

۳۔۱۰۳ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

كُنۡتُمۡ اَعۡدَ آ ءً فَا لَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡ بِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا وَ كُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ
مِّنَ النَّا رِفَاَنۡقَذَ كُمۡ مِّنۡهَا ط كَزٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰ يٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُ وۡنَ ہ

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط تھام لو(۱) اور پھوٹ نہ ڈالو(۲) اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گھڑے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدائت پاؤ۔

۱۰۳۔۱ تقوی کے بعد سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں کا درس دے کر واضع کر دیا کہ نجات بھی انہی دو اصولوں میں ہے اور اتحاد بھی انہیں پر قائم ہو سکتا اور رہ سکتا ہے۔

۱۰۳۔۲ اور پھوٹ نہ ڈالو " کے ذریعے فرقہ بندی سے روک دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذکورہ دو اصولوں سے انحراف کرو گے تو تمہارے درمیان پھوٹ پڑھ جائے گی اور تم الگ الگ فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔ اور یہیں سے امت مسلمہ کے افتراق کے المیہ کا آغاز ہوا جو دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا اور نہائت مستحکم ہو گیا۔

ۃ۔۱۰۴ وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡ عُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡ مُرُوۡنَ بِا لۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ
الۡمُنۡكَرِ ط وَاُو لٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ہ

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

ۃ۔۱۰۵ وَ لَا تَكُوۡنُوۡ ا كَا لَّذِيۡنَ تَفَرَّ قُوۡ اوَ اخۡتَلَفُوۡ ا مِنۡ م بَعۡدِ مَا جَآ ءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ط وَاُو
لٰٓئِكَ لَهُمۡ عَزَابٌ عَظِيۡمٌ ہ

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا

اور اختلاف کیا، انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۱۰۵ـا روشن دلیلیں آ جانے کے بعد تفرقہ ڈالا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے باہم اختلاف وتفرقہ کی وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حق کا پتہ نہ تھا اور وہ اس کے دلائل سے بے خبر تھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں سب کچھ جانتے ہوئے محض دنیاوی مفاد اور نفسانی اغراض کے لئے اختلاف وتفرقہ کی راہ پکڑی تھی اور اس پر جمے ہوئے تھے۔ قرآن مجید نے مختلف اسلوب اور پیرائے سے بار بار اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید فرمائی۔ مگر افسوس کہ اس امت کے تفرقہ بازوں نے بھی ٹھیک یہی روش اختیار کی کہ حق اور اس کی روشن دلیلیں خوب اچھی طرح معلوم ہیں۔ لیکن وہ اپنی فرقہ بندیوں پر جمے ہوئے ہیں اور اپنی عقل و جہانت سارا جو ہر سابقہ امتوں کی طرح تاویل اور تحریف کے مکروہ شغل میں ضائع کر رہے ہیں۔

ۃ۔۱۰۶ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ہ

جس دن بعض چہرے سفید ہونگے اور بعض سیاہ (ا) سیاہ چہروں والوں (سے کہا جائے گا) کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ اب اپنے کفر کا عذاب چکھو۔

۱۰۶ـا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت وافتراق مراد لئے ہیں (ابن کثیر و فتح القدیر) جس سے معلوم ہوا اسلام وہی ہے جس پر اہل سنت و جماعت عمل پیرا ہیں اور اہل بدعت و اہل افتراق اس نعمت اسلام سے محروم ہیں جو ذریعہ نجات ہے،

ۃ۔۱۰۷ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ

اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ۃ۔۱۰۸ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ

اے نبی! ہم ان حقانی آیتوں کی تلاوت آپ پر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں پر ظلم کرنے کا نہیں

ۃ۔۱۰۹ وَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ۞ ع ۱۱

اللہ تعالیٰ کے لئے ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔

ۃ۔۱۱۰ كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اٰمَنَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ؕ مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۞

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو (۱) اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (۲) لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔

۱۱۰۔۱ اس آیت میں امت مسلمہ کو ''خیرا مت'' قرار دیا گیا ہے اور اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے جو امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ ہے۔ گویا یہ امت اگر ان امتیازی خصوصیات متصف رہے گی تو خیرامت ہے بصورت دیگر اس امتیاز سے محروم قرار پا سکتی ہے۔ اس کے بعد اہل کتاب کی ندمت سے بھی اسی نکتے کی بات مقصود ومعلوم ہوتی ہے کہ جو امر بالمعروف ونہی المنکر نہیں کرے گا، وہ بھی اہل کتاب کے مشابہ قرار پائے گا۔ ان کی صفت بیان کی گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے اور یہاں اسی آیت میں ان کی اکثریت کو فاسق کہا گیا ہے۔ امر بالمعروف یہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ اکثر علما کے خیال میں یہ فرض کفایہ ہے۔ یعنی علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فرض ادا کرتے رہیں

کیونکہ معروف اور منکر شری کا صحیح علم وہ ہی رکھتے ہیں ان کے فریضہ تبلیغ ودعوت کی ادائیگی سے دیگر افراد

کی طرف سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ جیسے جہاد بھی عام حالات میں فرض کفایہ ہے یعنی ایک گروہ کی طرف سے ادائیگی سے اس فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔

۱۱۰۔۲ جیسے عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ تاہم ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اس لئے مِنْھُمْ میں مِنْ، تَبْعِیْض کے لئے ہے۔

ة۔۱۱۱ لَنْ یَّضُرُّوْ کُمْ اِلَّآ اَذًی ط وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْ کُمْ یُوَلُّوْ کُمُ الْاَدْبَا رَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ہ

یہ تمہیں ستانے کے سوا اور زیادہ کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اگر لڑائی کا موقع آجائے تو پیٹھ موڑ لیں گے، پھر مدد نہ کئے جائیں گے(۱)

۱۱۱۔۱ اس سے مراد زبانی بہتان تراشی ہے جس سے دل کو وقتی طور پر ضرور تکلیف پہنچتی ہے تاہم میدان حرب وضرب میں یہ تمہیں شکست نہیں دے سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، مدینہ سے بھی یہودیوں کو نکلنا پڑا پھر خیبر فتح ہو گیا اور وہاں سے بھی نکلے، اسی طرح شام کے علاقوں میں عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے شکست سے دوچار ہونا پڑا تاآنکہ حروب صلیبیہ میں عیسائیوں نے اس کا بدلہ لینے کی کوشش کی اور بیت المقدس پر بھی قابض ہو گئے مگر اسے صلاح الدین ایوبی نے ۹۰ سال کے بعد واگزار کرا لیا۔ اب مسلمانوں کی ایمانی کمزوری کے نتیجہ میں یہود و نصاریٰ کی مشترکہ سازشوں اور کوششوں سے بیت المقدس پھر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ تاہم ایک وقت آئے گا کہ یہ صورت حال تبدیل ہو جائے گی بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد عیسایت کا خاتمہ اور اسلام کا غلبہ یقینی ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے۔ (ابن کثیر)

ة۔۱۱۲ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَةُ ط ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ہ

ن کو ہر جگہ ذلت کی مار پڑی، یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں (۱) یہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے اور ان پر فقیری ڈال دی گئی، یہ اس لئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے تھے اور بے وجہ انبیا کو قتل کرتے تھے، یہ بدلہ ہے کہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا (۲)۔

۱۱۲۔۱ یہودیوں پر جو ذلت ومسکنت، غضب الٰہی کے نتیجے میں مسلط کی گئی ہے، اس سے وقتی طور پر دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کی پناہ میں آ جائیں۔ یعنی اسلام قبول کر لیں یا اسلامی مملکت میں جزیہ دے کر ذمی کی حثیت سے رہنا قبول کر لیں، دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو

۱۱۲۔۲ یہ ان کے کرتوت ہیں جنکی پاداش میں ان پر ذلت مسلط کی گئی ہے۔

ۃ۔۱۱۳ لَيۡسُوۡا سَوَآءً مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَ هُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ہ

یہ سارے کے سارے یکساں نہیں بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں۔

ۃ۔۱۱۴ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ہ

یہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان بھی رکھتے ہیں، بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ یہ نیک بخت لوگوں میں سے ہیں۔

ۃ۔۱۱۵ وَ مَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ہ

یہ جو کچھ بھی بھلائیاں کریں ان کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے

۱۱۵۔۱ یعنی سارے اہل کتاب ایسے نہیں جن کی ندامت پچھلی آیات میں بیان کی گئی ہے، بلکہ ان میں

کچھ اچھے لوگ بھی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرف اسلام سے نوازا اور ان میں اہل ایمان وتقویٰ والی خوبیاں پائی جاتی ہیں، شریت کی اطاعت اور نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنے والی، رات کو قیام کرتے یعنی تہجد پڑھتے اور نمازوں میں تلاوت کرتے ہیں۔ اس مقام پر امر بالمعروف کے معنی بعض نے یہ کئے ہیں کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیتے اور آپ ﷺ کی مخالفت کرنے سے روکتے ہیں۔اسی گروہ کا ذکر آگے بھی کیا گیا ہے (آل عمران،۱۹۹)

ۃ۔۱۱۶ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا‌ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝

کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی، یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اس پڑے رہیں گے۔

ۃ۔۱۱۷ مَثَلُ مَا يُنۡفِقُوۡنَ فِىۡ هٰذِهِ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَثَلِ رِيۡحٍ فِيۡهَا صِرٌّ اَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَاَهۡلَكَتۡهُ‌ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰـكِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ۝

یہ کفار جو خرچ اخراجات کریں اس کی مثال یہ ہے ایک تند ہوا چلی جس میں پالا تھا جو ظالموں کی کھیتی پر پڑا اور اسے تہس نہس کر دیا (ا) اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۱۔۱۱۷ قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد حتیٰ کے رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کاموں پر جو بھی خرچ کرتے ہیں وہ بیکار جائیں گے اور ان کی مثال اس سخت پالے کی سی ہے جو ہری بھری کھیتی کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے ظالم اسی کھیتی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوتے اور اس سے نفع

کی امید رکھے ہوتے ہیں کہ اچانک ان کی امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا جب تک ایمان نہیں ہوگا، رفاہی کاموں پر رقم خرچ کرنے والوں کی چاہے دنیا میں کتنی ہی شہرت ہو جائے خیرات میں انہیں ان کا کوئی صلہ نہیں ملے گا، وہاں تو ان کے لئے جہنم کا دائمی عذاب ہوگا۔

۵۔۱۱۸ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞

اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔(۱) (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں ہے پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دیں۔

۱۔۱۱۸ یہ مضمون پہلے بھی گزر چکا ہے۔ یہاں اس کی اہمیت کے پیش نظر پھر دوہرایا جا رہا ہے۔ بطانۃ دلی دوست اور رازدار کو کہا جاتا ہے۔ کافر اور مشرک مسلمانوں کے بارے میں جو جذبات وعزائم رکھتے ہیں، ان میں سے جن کا وہ اظہار کرتے اور جنہیں اپنے سینوں میں مخفی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی نشاندہی فرما دی ہے یہ اور اس قسم کی دیگر آیات کے پیش نظر ہی علما وفقہا نے تحریر کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا جائز نہیں ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک (غیر مسلم) کو کاتب (سیکرٹری) رکھ لیا، حضرت عمرؓ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ " تم انہیں اپنے قریب نہ کرو جب کہ اللہ نے انہیں دور کر دیا ہے ان کو عزت نہ بخشو جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر دیا ہے اور انہیں رازدار مت بناؤ جب کہ اللہ نے انہیں بددیانت قرار دیا ہے" حضرت عمرؓ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ امام قرطبی

فرماتے ہیں" اس زمانے میں اہل کتاب کو سیکرٹری اور امین بنانے کی وجہ سے احوال بدل گئے ہیں اور اس وجہ سے غبی لوگ سردار اور امرا بن گئے (تفسیر قرطبی۔

ة-۱۱۹ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ه

اگر عقلمند ہو (تو غور کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو(۱) اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو، وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟ یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصہ کے انگلیاں چباتے ہیں (۲) کہہ دو کہ اپنے غصہ ہی میں مرجاؤ اللہ دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے

۱۱۹-۱ تم ان منافقین کی نماز اور ایمان کیوجہ سے ان کی بابت دھوکے کا شکار ہو جاتے ہو اور ان سے محبت رکھتے ہو۔

۱۱۹-۲ یہ ان کے غیظ وغضب کی شدت کا بیان ہے جیسا کہ اگلی آیت میں بھی ان کی اسی کفیت کا اظہار ہے۔

ة-۱۲۰ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ه ع رکوع

تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں ہاں! اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں (۱) تم اگر صبر کرو

۱۲۰-۱ اس میں منافقین کی شدید عداوت کا ذکر ہے جو انہیں مومنوں کے ساتھ تھی اور وہ یہ کہ جب مسلمانوں کو خوش حالی میسر آئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تائید ونصرت ملتی اور مسلمانوں کی تعداد و قوت میں اضافہ ہوتا تو منافقین کو بہت برا لگتا اور اگر مسلمان قحط سالی یا تنگدستی میں مبتلا ہوتے یا اللہ کی مشیت ومصلحت سے دشمن وقتی طور پر مسلمانوں پر غالب آجاتے (جیسے جنگ احد میں ہوا) تو بڑے خوش

ہوتے۔مقصد بتلانے سے یہ ہے جن لوگوں یہ حال ہو،کیا وہ اس لائق ہو سکتے ہیں کہ مسلمان ان سے محبت کی پینگیں بڑھائیں اورانہیں اپناراز دار اوردوست بنائیں؟اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہودو نصاریٰ سے بھی دوستی رکھنے سے منع فرمایا(جیسا کہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر ہے)۔

۱۲۰۔۲ یہ ان کے مکروفریب سے بچنے کا طریقہ اورعلاج ہے۔گویا منافقین اور دیگر دشمنان اسلام و مسلمین کی سازشوں سے بچنے کے لئے صبر اورتقویٰ نہائت ضروری ہے۔اس صبر اور تقویٰ کیفقدان نے غیر مسلموں کی سازشوں کو کامیاب بنا رکھا ہے۔لوگ سمجھتے ہیں کہ کافروں کی یہ کامیابی مادی اسباب اوروسائل کی فروانی اورسائنس وٹکنالوجی میں ان کی ترقی کا نتیجہ ہے۔حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی پستی اورزوال کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ اپنے دین پر استقامت (صبر کے دامن سے محروم اورتقوے سے عاری ہو گئے جو مسلمانوں کی کامیابی کی کلیداورتائیدالٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

۱۲۱۔ة وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّیءُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

اے نبی!اس وقت کو بھی یاد کرو جب صبح ہی صبح آپ اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر باقاعدہ (۱) بٹھا رہے تھے اللہ تعالیٰ سننے اورجاننے والا ہے۔

۱۲۱۔۱ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد جنگ احد کا واقع ہے جو شوال ۳ ہجری میں پیش آیا۔اس کا پس منظر مختصراً یہ ہے کہ جب جنگ بدر ۲ ہجری میں کفار کو عبرت ناک شکست ہوئی،ان کے ستّر آدمی مارے گئے اور ستّر قید ہوئے تو کفار کے لئے یہ بدنامی کا باعث اور مرنے کا مقام تھا ،چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست انتقامی جنگ کی تیاری کی جس میں عورتیں بھی شریک ہوئیں۔ادھر مسلمانوں کو جب اس کا علم ہوا کہ کافر تین ہزار کی تعداد میں احد پہاڑ کے نزدیک خیمہ زن ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے اندر رہ کر ہی مقابلہ کا مشورہ دیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا۔لیکن اس کے برعکس بعض پر جوش صحابہ کرام نے جنگ بدر میں

حصہ لینے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی، مدینہ کے باہر جا کر لڑنے کی حمائت کی۔آپ ﷺ اندر حجرے میں تشریف فرما تھے ہتھیار پہن کر باہر آئے ، دوسری رائے والوں کو ندمت ہوئی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی خواہش کے برعکس باہر نکلنے پر مجبور کر کے ٹھیک نہیں کیا چنانچہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ! آپ اگر اندر رہ کر مقابلہ کرنا پسند فرمائیں تو اندر ہی رہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ لباس حرب پہن لینے کے بعد کسی نبی کے لائق نہیں کہ وہ اللہ کے فیصلے کے بغیر واپس ہو اور لباس اتارے۔چنانچہ مسلمان ایک ہزار کی تعداد میں روانہ ہو گئے مگر صبح دم جب مقام شوط پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر واپس آ گیا کہ اس کی رائے نہیں مانی گئی۔خواہ مخواہ جان دینے کا کیا فائدہ؟ اس کے اس فیصلے سے وقتی طور پر بعض مسلمان بھی متاثر ہو گئے اور انہوں نے بھی کمزوری کا مظاہرہ کیا (ابن کثیر)

ۃ۔۱۲۲ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ

جب تمہاری دو جماعتیں پس ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں (۱) اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور مددگار ہے (۲) اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

۱۲۲۔۱ یہ اوس اور خزرض کے دو قبیلے (بنو حارث اور بنو سلمہ) تھے

۱۲۲۔۲ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کی کمزوری کو دور فرما کر ان کی ہمت باندھ دی

ۃ۔۱۲۳ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہائت گری ہوئی حالت میں تھے۔

۱۲۳۔۱ یہ اعتبار قلت تعداد اور قلت سامان کے، کیونکہ جنگ بدر میں مسلمان ۳۱۳ تھے یہ بھی بے سرو

سامان۔صرف دوگھوڑے اور ستّر اونٹ تھے باقی سب پیدل تھے(ابن کثیر)

ۃ۔۱۲۴ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَلَنۡ یَّکۡفِیَکُمۡ اَنۡ یُّمِدَّکُمۡ رَبُّکُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ مُنۡزَلِیۡنَؕ ہ

(اور یہ شکر گزاری باعث نصرت وامداد ہو) جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے، کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا۔

ۃ۔۱۲۵ بَلٰۤی ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا وَیَاۡتُوۡکُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیۡنَ ہ

الربعه

کیوں نہیں، بلکہ اگر تم صبر کرو پرہیز گاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا (۱) جو نشاندار ہونگے (۲)۔

۱۲۵۔۱ مسلمان بدر کی جانب قافلہ قریش پر جو تقریباً نہتا تھا چھاپہ مارنے نکلے تھے۔ مگر بدر پہنچتے پہنچتے معلوم ہوا کہ مکہ سے مشرکین کا ایک لشکر جرار غیظ وغضب اور جوش وخروش کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

۱۲۵۔۲ یعنی پہچان کے لئے ان کی مخصوص علامت ہوگی۔

ۃ۔۱۲۶ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰی لَکُمۡ وَلِتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُکُمۡ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ہ

اور یہ تو محض تمہارے دل کی خوشی اور اطمنان قلب کے لئے ہے، ورن مدد تو اللہ کی طرف سے ہے جو غالب وحکمت والا ہے۔

ۃ۔۱۲۷ لِیَقۡطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡ یَکۡبِتَهُمۡ فَیَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِیۡنَ ہ

(اس امداد الٰہی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ) کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر ڈالے اور (سارے کے سارے) نامراد ہوکر واپس چلے جائیں (۱)۔

۱۲۷۔۱ یہ اللہ غالب وکارفرما کی مدد کا نتیجہ بتلایا جارہا ہے سورہ انفال میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتلائی

گئی ہے " جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سنتے ہوئے کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرونگا" ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے واقعتاً تو ایک ہزار ہی نازل ہوئے اور مسلمانوں کے حوصلے اور تسلی کے لئے تین ہزار کا اور پھر پانچ ہزار کا مزید مشروط وعدہ کیا گیا۔ پھر حسب حالات مسلمانوں کی تسلی کے نقطہ نظر سے بھی ان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس لئے بعض مفسرین کے نزدیک یہ تین ہزار پانچ ہزار فرشتوں کا کا نزول نہیں ہوا کیونکہ مقصد تو مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنا تھا ،ورنہ اصل مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی تھا (الیسر التفاسیر)

ۃ۔۱۲۸ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ہ

اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں (ا) اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کر لے (۲) یا عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

۱۲۸۔ا یعنی ان کافروں کو ہدایت دینا یا ان کے معاملے میں کسی بھی قسم کا فیصلہ کرنا سب اللہ کے اختیار میں ہی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہو گئے اور چہرا مبارک بھی زخمی ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا" وہ قوم کس طرح فلاح یاب ہوگی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا " گویا آپ ﷺ نے ان کی ہدایت سے نا آمیدی ظاہر فرمائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض کفار کے لئے قنوت نازلہ کا بھی اہتمام فرمایا جس میں ان کے لئے بددعا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔چنانچہ آپ ﷺ نے بددعا کا سلسلہ بند فرما دیا (ابن کثیر)

۱۲۸۔۲ یہ قبیلے جن کے لئے بددعا فرماتے رہے اللہ کی توفیق سے سب مسلمان ہوگئے۔ جن سے معلوم ہوا مختار کل اور علم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ۃ۔۱۲۹ وَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّ حِيْمٌ ہ ع رکوع ۔۱۳

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا ہے۔

ۃ۔۱۳۰ يٰـاَيُّهَـا الَّـزِيْـنَ اٰ مَـنُـوْا لَا تَـاْ كُلُو ا الرِّبٰوا اَ ضْعَا فًا مُّضٰعَفَةً وَا تَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ

اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ(۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے۔

۱۳۰۔۱ چونکہ غزوہ احد میں ناکامی رسول ﷺ کی نافرمانی اور مال دنیا کے لالچ کے سبب ہوئی تھی اس لئے اب طمع دنیا کی سب سے زیادہ بھیانک اور مستقل شکل سود سے منع کیا جارہا ہے اور اطاعت کی تاکید کی جارہی ہے اور بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ کا یہ مطلب نہیں بڑھا چڑھا کر نہ ہو تو مطلق سود جائز ہے بلکہ سود کم ہو یا زیادہ مفرد ہو یا مرکب مطلقاً حرام ہے جیسے کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اس اگ سے ڈرو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے جس سے تنبیہ بھی مقصود ہے کہ سودخوری سے باز نہ آئے تو یہ فعل تمہیں کفر تک پہنچا سکتا ہے۔

ۃ۔۱۳۱ وَاتَّقُو االنَّا رَالَّتِيْٓ اُ عِدَّتْ لِلْ كٰفِرِيْنَ ہ

اور اس اگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ۃ۔۱۳۲ وَ اَطِيْعُو اللّٰهَ وَالرَّ سُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْ حَمُوْنَ ہ

اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ۃ۔۱۳۳ وَسَـا رِ عُـوْٓ ااِلٰـى مَغْفِرَ ةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْ ضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ہ

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو(۱) جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے

برابر ہے، جو پرہزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۱۳۳۔۱ مال ودولت دنیا کے پیچھے لگ کر آخرت تباہ کرنے کی بجائے، اللہ اور رسول کی اطاعت اور اللہ کی مغفرت اور اس کی جنت کا راستہ اختیار کرو۔ جو متقین کے لئے اللہ نے تیار کیا ہے۔ چنانچہ اگے متقین کی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

ۃ۔۱۳۴ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہ

جو لوگ آسانی میں سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں (۱) غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے (۲) اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔

۱۳۴۔۱ محض خوش حالی میں ہی نہیں، تنگ دستی کے موقع پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہی کہ ہر حال اور ہر موقع پر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

۱۳۴۔۲ یعنی جب غصہ انہیں بھڑکاتا تو اسے پی جاتے ہیں یعنی اس پر عمل نہیں کرتے اور ان کو معاف کر دیتے ہیں جو ان کے ساتھ برائی کرتے ہیں۔

ۃ۔۱۳۵ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ہ

جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں (۱) فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسے برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

۱۳۵۔۱ یعنی جب ان سے بہ تقاضائے بشریت کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو فوراً توبہ استغفار کا اہتمام کرتیہیں۔

ۃ۔۱۳۶ اُولٰٓئِكَ جَزَآ ئُو هُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ؕ ہ

انہیں کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن وہ ہمیشہ رہیں گے ان نیک کاموں کے کرنے والوں ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

ۃ۔۱۳۷ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ لا فَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡ اكَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّ بِيۡنَ ہ

تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گزر چکے ہیں، سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا (۱)۔

۱۔۱۳۷ جنگ بدر میں مسلمانوں کا لشکر سات سو افراد پر مشتمل تھا جس میں ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ آپ نے عبداللہ بن جبیرؓ کی قیادت میں ایک پہاڑی پر مقرر فرما دیا اور انہیں تاکید کر دی کہ چاہے ہمیں فتح یا شکست تم یہاں سے نہ ہلنا اور تمہارا کام یہ ہے جو گھڑ سوار تمہاری طرف آئے تیروں سے اسے پیچھے دھکیل دینا لیکن مسلمان فتح یاب ہو گئے اور مال اسباب سمیٹنے لگے تو اس دستے میں اختلاف ہو گیا کچھ کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مقصد تو یہ تھا جب تک جنگ جاری رہے یہیں جمے رہنا لیکن جب یہ جنگ ختم ہو گئی ہے اور کفار بھاگ رہے ہیں تو یہاں رہنا ضروری نہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی وہاں سے ہٹ کر مال سباب جمع کرنا شروع کر دیا اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق وہاں صرف دس آدمی رہ گئے جس سے کافروں نے فائدہ اُٹھایا ان کے گھڑ سوار پلٹ کر وہیں سے مسلمانوں کے عقب میں جا پہنچے اور اچانک حملہ کر دیا جس میں مسلمانوں میں افرا دفری مچ گئی ۔ جس سے مسلمانوں کو قدرتی طور پر بہت تکلیف ہوئی ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تسلی دے رہا ہے تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ تاہم بالآخر تباہی و بربادی

اللہ ورسول کی تکذیب کرنے والوں کا ہی مقدر ہے۔

ق۔۱۳۸ هٰذَا بَيَا نٌ لِّنَّا سِ وَ هُدًى وَّ مَوْ عِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ہ

عام لوگوں کے لئے تو یہ (قرآن) بیان ہے اور پرہزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

ق۔۱۳۹ وَ لَا تَهِنُوْ اوَ لَا تَحْزَ نُوْ ا وَ اَنْتُمُ الْاَ عْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّئو مِنِيْنَ ہ

تم نہ سستی اور نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔

ا۔۱۳۹ گزشتہ جنگ میں تمہیں جو نقصان پہنچا ہے، اس سے نہ سست ہو اور نہ اس پر غم کھاؤ کیونکہ اگر تمہارے اندر ایمانی قوت موجود رہی تو غالب اور کامران تم ہی رہو گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قوت کا اصل راز اور ان کی کامیابی بنیاد واضع کردی۔ چنانچہ یہ واقع ہے کہ اس کے بعد مسلمان ہر معرکے میں سرخرو ہی رہے۔

ق۔۱۴۰ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْ حٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْ حٌ مِّثْلُهٗ ط وَ تِلْكَ الْاَ يَّامُ نُدَ اوِ لُهَا بَيْنَ
النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْ ا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآ ءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ہ

اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی تو ایسے ہی زخمی ہو چکے ہیں ہم دونوں کو لوگوں کے درمیان اولتے بدلتے رہتے ہیں (ا) (شکست احد) اس لئے تھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہر کردے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

ا۔۱۴۰ ایک اور انداز سے مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ اگر جنگ احد میں تمہارے کچھ لوگ زخمی ہوئے تو کیا ہوا؟ تمہارے مخالف بھی تو (جنگ بدر میں) اور احد کی ابتدا میں اسی طرح زخمی ہو چکے ہیں اور اللہ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ فتح وشکست کے ایام کو اولتا بلتا رہتا ہے۔ کبھی غالب کو مغلوب اور کبھی مغلوب کو غالب کردیتا ہے۔

ق۔۱۴۱ وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ہ

(یہ بھی وجہ تھی) کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بالکل الگ کردے اور کافروں کو مٹا دے۔

۱۴۱۔۱ احد میں مسلمانوں کو جو عارضی شکست ان کی اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہوئی اس میں بھی مستقبل کے لئے حکمتیں پنہاں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ آگے بیان فرما رہا ہے۔ ایک یہ کہ ایمان والوں کو ظاہر کردے (کیونکہ صبر اور استقامت ایمان کا تقاضہ ہے) جنگ کی شدتوں اور مصیبتوں میں جنہوں نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، یقیناً وہ سب مومن ہیں۔ دوسری یہ کہ کچھ لوگوں کو شہادت کے مرتبہ پر فائز کردے۔ آخری دونوں کا مطلب گناہوں سے پاکی اور خلاصی ہے (فتح القدیر)

ۃ۔۱۴۲ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے (۱) حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں (۲)

۱۴۲۔۱ بغیر قتال کی آزمائش کے تم جنت میں چلے جاؤ گے، نہیں بلکہ جنت ان لوگوں کو ملے گی جو آزمائش میں پورا اتریں گے، ابھی تم پر وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھی، انہیں تنگدستی اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ خوب ہلائے گئے مزید فرمایا، کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ انہیں صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

۱۴۲۔۲ یہ مضمون اس سے پہلے سورہء بقرہ میں گزر چکا ہے، یہاں موقع کی مناسبت سے پھر بیان کیا جا رہا ہے کہ جنت یوں ہی نہیں مل جائے گی اس کے لئے پہلے تمہیں آزمائش کی بھٹی سے گزارا اور میدان جہاد میں آزمایا جائے گا وہاں میں تم سرفروشی اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہو یا نہیں۔

ۃ۔۱۴۳ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ع

جنگ سے پہلے تم شہادت کی آرزو میں تھے(ا) اب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

۱۴۳۔ا یہ اشارہ ان صحابہ کی طرف ہے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے ایک احساس محرومی رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ میدان کارزار گرم ہو تو کافروں کی سرکوبی کر کے جہاد کی فضیلت حاصل کریں۔انہی صحابہ نے جنگ احد میں جوش و جہاد سے کام لیتے ہوئے مدینہ سے باہر نکلنے کا مشورہ دیا لیکن جب مسلمانوں کی فتح کافروں کے اچانک حملے سے شکست میں تبدیل ہوگئی اس لئے حدیث میں آتا ہے "تم دشمن سے مڈھ بھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت طلب کیا کرو" اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے(بحوالہ ابن کثیر)

ۃ۔۱۴۴ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَا ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُم عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ہ

(حضرت) محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں (ا) اس سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے،کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا شہید ہو جائیں،تو اسلام سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا۔عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا(۲)۔

۱۴۴۔ا محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں" یعنی ان کا امتیاز بھی وصف رسالت ہی ہے۔یہ نہیں کہ وہ بشری خصائص سے بالاتر اور خدائی صفات سے متصف ہوں کہ انہیں موت سے دو چار نہ ہونا پڑے

۱۱۴۴۔۲ یعنی ثابت قدم رہنے والوں کو جنہوں نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کر کے اللہ کی نعمتوں کا عملی شکر ادا کیا۔

ۃ۔۱۴۵ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ط وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ہ

بغیر اللہ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مرسکتا۔مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے، دنیا کی چاہت والوں کو ہم دنیا دے دیتے ہیں اور آخرت کا ثواب چاہنے والوں کو ہم وہ بھی دے دیں گے(ا) اوراحسان ماننے والوں کو ہم بہت جلد نیک بدلہ دیں گے۔

۱۴۵۔ا یہ کمزوری اور بزدلی مظاہرہ کرنے والوں کے حوصلوں میں اضافہ کرنے کے لئے کہا جارہا ہے کہ موت تو اپنے وقت پر آکر رہے گی، پھر بھاگنے یا بزدلی دکھانے کا کیا فائدہ؟اسی طرح محض دنیا طلب کرنے سے کچھ دنیا تو مل جاتی ہے لیکن آخرت میں کچھ نہیں ملے گا،اس کے برعکس آخرت کے طالبوں کو آخرت میں آخروی نعمتیں تو ملیں ہی گی،دنیا بھی اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔آگے مزید حوصلہ افزائی اور تسلی کے لئے پچھلے انبیا علیہ السلام اوران کے پیروں کاروں کے صبراور ثابت قدمی کی مثالیں دی جارہی ہیں۔

ۃ۔۱۴۶ وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ہ

بہت نبیوں کے ہم رکاب ہوکر، بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں،انہیں بھی اللہ کی راہ میں تکلیفیں پہنچیں،لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ سست رہے اور نہ دبے،اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے۔

۱۴۶۔ا یعنی ان کو جو جنگ کی شدتوں میں پست ہمت نہیں ہوتے اور ضعف اور کمزوری نہیں دکھاتے۔

ۃ۔۱۴۷ وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِىۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ہ

وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر

مدد دے۔

ۃ۔۱۴۸ فَاٰ تٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰ خِرَۃِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o ع رکوع

اللہ تعالیٰ نے!انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی اور اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

ۃ۔۱۴۹ یٰٓاَیُّھَا الَّزِیْنَ اٰمَنُوٓ ا اِنْ تُطِیْعُوا الَّزِیْنَ کَفَرُوْ ا یَرُدُّوْ کُمْ عَلٰٓی اَعْقَا بِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْ اخٰسِرِیْنَ o

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے پلٹا دیں گے (یعنی تمہیں مرتد بنا دیں گے) پھر تم نا مراد ہو جاؤ گے۔

ہ۔۱۵۰ بَلِ اللّٰہُ مَوْ لٰکُمْ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ o | بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ ہی بہترین مددگار ہے۔

ا۔۱۵۰ یہ مضمون پہلے بھی گزر چکا ہے، یہاں پھر دہرایا جا رہا ہے کیونکہ احد کی شکست سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض کفار یا منافقین مسلمانوں کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ تم اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آؤ۔ ایسے میں مسلمانوں کو کہا گیا کہ کافروں کی اطاعت ہلاکت وخسران کا باعث ہے۔کامیابی اللہ کی اطاعت میں ہی ہے اور اس سے بہتر کوئی مددگار نہیں۔

ۃ۔۱۵۱ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّزِیْنَ کَفَرُو ا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْ ا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا وَ مَاْ وٰھُمُ النَّارُ ط وَ بِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ o

ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے،اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری (ا) ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور ان ظالموں کی بری

جگہ ہے۔

۱۵۱۔۱ مسلمانوں کی شکست دیکھتے ہوئے بعض کافروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ موقع مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے بڑا اچھا ہے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا پھر انہیں اس خیال کو عملی جامع پہنانے کا حوصلہ نہ ہوا (فتح القدیر) اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی امت یعنی مسلمانوں کا رعب بھی مشرکوں پر ڈال دیا گیا ہے۔

۱۵۲ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جبکہ تم اسکے انہیں کاٹ رہے تھے (۱) یہاں تک کہ جب تم پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی (۲) اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھادی (۳) تم سے بعض دنیا چاہتے تھے (۴) اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا (۵) تو پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے (۶) اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمادیا اور ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے (۷)۔

۱۵۲۔۱ اس وعدے پر بعض مفسرین نے تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کا نزول مراد لیا ہے۔لیکن یہ رائے سرے سے صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ فرشتوں کا نزول صرف جنگ بدر کے ساتھ مخصوص تھا۔باقی رہا وہ وعدہ جو اس آیت میں مزکور ہے تو اس سے مراد فتح ونصرت کا وہ عام وعدہ ہے جو اہل اسلام کے لئے اور اس کے رسول کی طرف سے بہت پہلے سے کیا جاچکا ہے۔

۱۵۲۔۲ اس تناع اور عصیان سے مراد ۵۰ تیر اندازوں کا وہ اختلاف ہے جو فتح وغلبہ دیکھ کر ان کے اندر واقع ہوا اور جس کی وجہ سے کافروں کو پلٹ کر دوبارہ حملہ آور ہونے کا موقع ملا۔

۱۵۲۔۳ اس سے مراد وہ فتح ہے جو ابتدا میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔

۱۵۲۔۴ یعنی مال غنیمت، جس کے لئے انہوں نے وہ پہاڑی چھوڑ دی جس کے نہ چھوڑنے کی انہیں تاکید کی گئی تھی۔

۱۵۲۔۵ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مورچہ چھوڑنے سے منع کیا اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسی جگہ ڈٹے رہنے کا عزم ظاہر کیا۔

۱۵۲۔۶ یعنی غلبہ عطا کرنے کے بعد پھر تمہیں شکست دے کر ان کافروں سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔

۱۵۲۔۷ اس میں صحابہ کرامؓ اس شرف اور فعل کا اظہار ہے جو ان کی کوتاہیوں کے باوجود اللہ نے ان پر فرمایا۔یعنی ان کی غلطیوں کی وضاحت کر کے آئندہ اس کا اعادہ نہ کریں،اللہ نے ان کے لئے معافی کا اعلان کر دیا تاکہ کوئی بد باطن پر زبان طعن دراز نہ کرے۔جب اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن کریم میں ان کے لئے عفو عام کا اعلان فرما دیا تو اب کسی کے لئے زبان طعن کی کہاں رہ گئی (صحیح بخاری)

۱۵۳۔ۃ اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّـكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝

جب کہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے (۱) اور کسی کی طرف توجہ تک نہیں کرتے تھے اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے (۲) بس تمہیں غم پر غم پہنچا (۳) تاکہ تم فوت شدہ چیز پر غمگین نہ ہو اور نہ پہنچنے والی (تکلیف) پر اداس ہو (۴) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔

۱۵۳۔۱ کفار کے یکبارگی اچانک حملے سے مسلمانوں میں جو بھگدڑ اور مسلمانوں کی اکثریت نے راہ

فرار اختیار کی یہ اس کا نقشہ بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۵۳۔۲ نبی ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت پیچھے رہ گئے اور مسلمانوں کو پکارتے رہے، اللہ کے بندو! میرے طرف لوٹ کر آؤ، اللہ کے بندو! میری طرف لوٹ کے آؤ۔ لیکن سراسیمگی کے عالم میں یہ پکار کون سنتا۔

۱۵۳۔۳ فَاَثَابَکُمۡ تمہاری کوتاہی کے بدلے میں تمہیں غم پر غم دیا تحریر اور ابن کثیر کے اختیار کردہ راجح قول کے مطابق پہلے غم سے مراد، مال غنیمت اور کفار فتح وظفر سے محرومی کا غم اور دوسرے غم سے مراد ہے مسلمانوں کی شہادت، ان کے زخمی ہونے، نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی اور ﷺ کی خبر شہادت سے پہنچنے والا غم۔

۱۵۳۔۴ یعنی یہ غم پہ غم اس لئے دیا تا کہ تمہارے اندر شدائد برداشت کرنے کی قوت اور عزم وحوصلہ پیدا ہو۔ جب یہ قوت اور حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر انسان کو فوت شدہ چیز پر غم اور پہنچنے والے شدائد پر ملال نہیں ہوتا۔

۱۵۴۔ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغۡشٰی طَآئِفَۃً مِّنۡکُمۡ وَطَآئِفَۃٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ یَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَیۡرَ الۡحَقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِیَّۃِ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخۡفُوۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا یُبۡدُوۡنَ لَکَ ؕ یَقُوۡلُوۡنَ لَوۡ کَانَ لَنَا مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هٰهُنَا ؕ قُلۡ لَّوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمۡ وَلِیَبۡتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ وَ لِیُمَحِّصَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿﴾

پھر اس نے اس غم کے بعد تم پر امن نازل فرمایا اور تم میں سے ایک جماعت کو امن کی نیند آنے لگی (۱) ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی (۲) وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بدگمانیاں کر رہے تھے (۳) اور کہتے تھے کہ ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے (۴) کہ کام کل کا کل اللہ

کے اختیار میں ہے(۵) یہ لوگ اپنے دلوں کے بھید آپ کو نہیں بتاتے (۶) کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے (۷) آپ کہہ دیجئے گو تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا وہ تو مقتل کی طرف چل کھڑے ہوتے (۸) اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کے اندر کی چیز کا آزمانا اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو پاک کرنا تھا(۹) اور اللہ تعالیٰ سینوں کے بھید سے اگاہ ہے(۱۰)۔

۱۵۴۔۱ مذکورہ سراسیمگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر مسلمانوں پر اپنا فضل فرمایا اور میدان جنگ میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں پر اونگھ مسلط کر دی۔ یہ اونگھ اللہ کی طرف سے نصرت کی دلیل تھی۔ حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد کے دن اونگھ چھائی جا رہی تھی حتیٰ کہ میری تلوار کئی مرتبہ میرے ہاتھ سے گری میں اسے پکڑتا وہ پھر گر جاتی، پھر پکڑتا پھر گر جاتی (فتح القدیر)

۱۵۴۔۲ اس سے مراد منافقین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ان کو اپنی جانوں کی فکر تھی۔

۱۵۴۔۳ وہ یہ تھیں کہ نبی کریم ﷺ کا معاملہ باطل ہے، یہ جس دین کی دعوت دیتے ہیں، اس کا مستقبل مخدوس ہے، انہیں اللہ کی مدد ہی حاصل نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۵۴۔۴ یعنی کیا اب ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی فتح و نصرت کا امکان ہے؟ یا یہ کہ ہماری بھی کوئی بات چل سکتی ہے اور مانی جا سکتی ہے۔

۱۵۴۔۵ تمہارے یا دشمن کے اختیار میں نہیں ہے، مدد بھی اسی کی طرف سے آئے گی اور کامیابی بھی اسی کے حکم سے ہوگی اور امر و نہی بھی اسی کا ہے۔

۱۵۴۔۶ اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں، ظاہر یہ کرتے ہیں، کہ رہنمائی کے طالب ہیں۔

۱۵۴۔۷ یہ وہ آپس میں کہتے یا اپنے دل میں کہتے تھے۔

۱۵۴۔۸ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس قسم کی باتوں کا کیا فائدہ؟ موت تو ہر صورت میں آنی ہے اور اسی جگہ پر آنی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھ دی گئی۔ اگر تم گھروں میں بیٹھے ہوتے اور تمہاری موت کسی مقتل میں لکھی ہوتی تو تمہیں قضا ضرور وہاں کھینچ لے جاتی۔

۱۵۴۔۹ یہ جو کچھ ہوا اس سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمہارے سینوں کے اندر جو کچھ ہے یعنی ایمان، اسے آزمالے (تاکہ منافق الگ ہو جائیں) اور پھر تمہارے دلوں کو شیطانی وسواس سے پاک کر دے۔

۱۵۴۔۱۰ یعنی اس کو تو علم ہے کہ مخلص مسلمان کون ہے اور نفاق کا لبادہ کس نے اوڑھ رکھا ہے؟ جہاد کی متعدد حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے مومن اور منافق کھل کر سامنے آجاتے ہیں، جنہیں عام لوگ دیکھ اور پہچان لیتے ہیں۔

۱۵۵۔ة اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ہ ع رکوع ۱۶

تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوئی تھی یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطان کے پھسلانے پر آگئے (۱) لیکن یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا (۲) اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تحمل والا ہے۔

۱۵۵۔۱ یعنی احد میں مسلمانوں سے جو لغزش اور کوتاہی ہوئی اس کی وجہ سے ان کی پچھلی کمزوریاں تھیں جس کی وجہ سے شیطان بھی انہیں پھسلانے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۵۵۔۲ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی لغزشوں، ان کے نتائج اور حکمتوں کے بیان کے بعد پھر بھی اپنی طرف سے ان کے معافی کا اعلان فرما رہا ہے۔ جس سے ایک تو ان کا محبوب بارگاہ الٰہی میں ہونا واضح ہے اور دوسرے، عام مومنین کو تنبیہ ہے کہ ان کے مومنین صادقین کو جب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما

دیا تو اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ ہدف ملامت یا نشانہء تنقید بنائے۔

ۃ۔۱۵۶ یٰۤاَیُّهَاالَّزِیْنَ اٰمَنُوْ الَا تَکُوْ نُوْ اکَالَّزِیْنَ کَفَرُوْ ا وَ قَالُو لِاِ خْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَ بُوْ
افِی الْاَ رْضِ اَوْ کَانُوْ اغُزًّی لَّوْ کَانُوا عِنْدَ نَا مَا مَا تُوْ ا وَمَا قُتِلُوْ ا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ زٰلِكَ
حَسْرَ ةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ط وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ہ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے کفر کیا اپنے بھائیوں کے حق میں جب کہ وہ سفر میں ہوں یا جہاد میں، کہا اگر ہمارے پاس ہوتے نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (۱) اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خیال کو اللہ تعالیٰ ان کی دلی حسرت کا سبب بنا دے (۲) اللہ تعالیٰ جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے۔

۱۵۶۔۱ اہل ایمان کو اس فساد عقیدہ سے روکا جا رہا ہے جس کے حامل کفار اور منافقین تھے کیونکہ یہ عقیدہ بزدلی کی بنیاد ہے اس کے برعکس جب یہ عقیدہ ہو کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ نیز یہ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے تو اس سے انسان کے اندر عزم اور حوصلہ اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۱۵۶۔۲ مذکورہ فساد عقیدہ دلی حسرت کا ہی سبب بنتا ہے کہ اگر وہ سفر میں یا میدان جنگ میں نہ جاتے بلکہ گھر میں ہی رہتے تو موت کی آغوش میں جانے سے بچ جاتے۔ درآں موت تو مضبوط قعلوں کے اندر بھی آ جاتی ہے۔ اس لئے اس حسرت سے مسلمان ہی بچ سکتے ہیں جن کے عقیدے صحیح ہیں۔

ۃ۔۱۵۷ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَ ةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ہ

قسم ہے اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جاؤ یا اپنی موت مرو تو بے شک اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں (۱)۔

۱۵۷۔ا موت تو ہر صورت آنی ہے لیکن اگر موت ایسی آئے کہ جس کے بعد انسان اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق قرار پائے تو یہ دنیا کے مال اسباب سے بہت بہتر ہے جس کے جمع کرنے میں انسان عمر کھپا دیتا ہے اس لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہیں، اس میں رغبت اور شوق ہونا چاہئے کہ اس طرح رحمت و مغفرت الٰہی یقینی ہو جاتی ہے بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو۔

ق۔۱۵۸ وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟الَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ه

بالیقین خواہ تم مرجاؤ یا مار ڈالے جاؤ جمع تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی کئے جاؤ گے۔

ق۔۱۵۹ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ه

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور (۱) ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں (۲) پھر جب آپ کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں (۳) بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۱۵۹۔ا نبی ﷺ جو صاحب خلق عظیم تھے، اللہ تعالیٰ اپنے اس پیغمبر پر ایک احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ کے اندر جو نرمی اور ملائمت ہے یہ اللہ کی خاص مہربانی کا نتیجہ ہے اور یہ نرمی دعوت و تبلیغ کے لئے نہائت ضروری ہے اگر آپ ﷺ کے اندر یہ نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ تندخو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے قریب ہونے کی بجائے آپ ﷺ سے دور بھاگتے۔ اس لئے آپ درگزر سے ہی کام لیتے رہیئے۔

۱۵۹۔۲ یعنی مسلمانوں طیب کی خاطر کے لئے مشورہ کرلیا کریں۔ اس آیت سے مشاورت کی اہمیت

،افدیت اوراس کی ضرورت ومشروعیت ثابت ہوتی ہے۔مشاورت کا یہ حکم بعض کے نزدیک وجواب کے لئے اوربعض کے نزدیک استحباب کے لئے ہے(ابن کثیر)امام شوکانی لکھتے ہیں ” حکمرانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ علماء ایسے معاملات میں مشورہ کریں جن کا انہیں علم نہیں ہے۔

۱۵۹-۳ یعنی مشاورت کے بعد جس پر آپ کی رائے پختہ ہو جائے ، پھر اللہ پر توکل کر کے اسے کر گذریئے ۔اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مشاورت کے بعد بھی آخری فیصلہ حکمران کا ہی ہوگا نہ کہ ارباب مشاورت یا ان کی اکثریت جیسا کہ جمہوریت میں ہے۔دوسری یہ کہ سارا اعتماد وتوکل اللہ کی ذات پر ہو نہ کہ مشورہ دینے والوں کی عقل وفہم پر۔اگلی آیت میں بھی توکل علی اللہ کی مزید تاکید ہے۔

ۃ-۱۶۰ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَ اِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَاالَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ م بَعْدِہٖ ط وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہ

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے ،ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

ۃ-۱۶۱ وَ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ ط وَ مَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَ ھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ہ

ناممکن ہے نبی کی خیانت ہو جائے (ا) ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا ،پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا،اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔

۱۶۱-ا جنگ احد کے دوران جو لوگ مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے دوڑ پڑے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر ہم نہ پہنچے تو سارا مال دوسرے لپیٹ کر لے جائیں گے اس پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ آخر تم نے یہ تصور کیسے کر لیا کہ اس مال میں سے تمہارا حصہ تم کو نہیں دیا جائے گا کیا تمہیں قائد غزوہ محمد ﷺ کی امانت پر اطمینان نہیں۔یادرکھو کہ ایک پیغمبر سے کسی قسم کی خیانت کا صدور ممکن ہی نہیں کیونکہ خیانت

،نبوت کے منافی ہے۔اگر نبی ہی خائن ہوتو پھراس کی نبوت پر یقین کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ خیانت بہت بڑا گناہ ہے احادیث میں اس کی سخت ندمت آئی ہے۔

ة۔۱۶۲ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ہ

کیا پس وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی خشنودی کے در پے ہے، اس شخص جیسا ہے جو اللہ تعالی کی ناراضگی لیکر لوٹتا ہے؟ اور جس کی جگہ جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔

ة۔۱۶۳ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَاللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے الگ الگ درجے ہیں اور ان کے تمام اعمال کو اللہ بخوبی دیکھ رہا ہے۔

ة۔۱۶۴ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہ النصف

بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا (۱) جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنا تا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت (۲) سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۱۶۴۔ا نبی کے بشر اور انسانوں میں سے ہی ہونے کو اللہ تعالیٰ ایک احسان کے طور پر بیان کر رہا ہے اور فی لواقع یہ احسان عظیم ہے کہ اس طرح ایک تو وہ اپنی قوم کی زبان اور لہجے میں ہی اللہ کا پیغام پہنچائے گا جسے سمجھنا ہر شخص کے لئے آسان ہوگا دوسرے، لوگ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس سے مانوس اور قریب ہونگے۔ تیسرے انسان کے لئے انسان یعنی بشر کی پیروی تو ممکن ہے لیکن فرشتوں کی پیروی اس کے بس کی بات نہیں اور نہ فرشتہ انسان کے وجدان وشعور کی گہرائیوں اور باریکیوں کا ادراک کرسکتا ہے۔ اس لئے اگر پیغمبر فرشتوں میں سے ہوتے تو وہ ان ساری خوبیوں سے محروم ہوتے

جو تبلیغ و دعوت کے لئے نہائت ضروری ہے۔اس لئے جتنے بھی انبیا آئے ہیں سب کے سب بشر ہی تھے۔قرآن نے ان کی بشریت کو خوب کھول کر بیان کیا ہے۔﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالً نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ ﴾ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ مرد تھے جن پر ہم وحی کرتے تھے۔

۱۶۴۔۲ اس آیت میں نبوت کے تین اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں ا۔تلاوت ۲۔تزکیہ ۳۔تعلیم کتاب وحکمت تعلیم کتاب میں تلاوت از خود آ جاتی ہے،تلاوت کی ساتھ ہی تعلیم ممکن ہے،تلاوت کے بغیر تعلیم کا تصور ہی نہیں،اس کے باوجود تلاوت کو الگ ایک مقصد کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔جس سے اس نقطے کی وضاحت مقصود ہے کہ تلاوت بجائے خود ایک مقدس اور اور نیک عمل ہے،چاہے پڑھنے والا اس کا مفہوم سمجھے نہ سمجھے۔قرآن کے معنی ومطالب کو سمجھنے کی کوشش کرنا یقیناً ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے ۔لیکن جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو یا اتنی فہم استعداد بہم نہ پہنچ جائے ،تلاوت قرآن سے اعراض یا غفلت جائز نہیں۔تزکئے سے مراد عقائد اور اعمال واخلاق کی اصلاح ہے۔جس طرح آپ ﷺ نے انہیں شرک سے ہٹا کر توحید پر لگایا اسی نہائت بداخلاق اور بداطوار قوم کو اخلاق اور کردار کی رفعتوں سے ہمکنار کردیا،حکمت سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک حدیث ہے۔

۱۶۵۔ة اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دوچند پہنچا چکے (۱) تو یہ کہنے لگے یہ کہاں سے آ گئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے (۲) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۶۵۔ا یعنی احد میں تمہارے ستّر آدمی شہید ہوئے تو بدر میں تم نے ستّر کافر قتل کئے تھے اور ستّر

قیدی بنائے تھے۔

۱۶۵۔۲ یعنی تمہاری اس غلطی کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ کے تاکیدی حکم کے باوجود پہاڑی مورچہ چھوڑ کر تم نے کی تھی۔ جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ اس غلطی کی وجہ سے کافروں کے ایک دستے کو اس درے سے دوبارہ حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔

ۃ۔۱۶۶ وَ مَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَ لِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ لا ہ

تمہیں جو کچھ اس دن پہنچا جس دن دو جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوئی تھی وہ سب اللہ کے حکم سے تھا اس لئے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہری طور پر جان لے۔

ۃ۔۱۶۷ وَ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وَقِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ ادْفَعُوْا ط قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰکُمْ ط ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ ط وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ ہ

اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے، (۱) جن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یا کافروں کو ہٹاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑائی جانتے ہوتے تو ضرور ساتھ دیتے (۲) وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر کے بہت نزدیک تھے (۳) اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

۱۶۷۔۱ یعنی احد میں جو تمہیں نقصان پہنچا، وہ اللہ کے حکم سے ہی پہنچا (تاکہ آئندہ تم اطاعت رسول کا کما حقہ اہتمام کرو) علاوہ اس کا ایک مقصد مومنین اور منافقین کو ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز کرنا بھی تھا۔

۱۶۷۔۲ لڑائی جاننے کا مطلب یہ ہے کہ واقع آپ لوگ لڑائی لڑنے چل رہے ہوتے تو ہم بھی ساتھ دیتے مگر آپ تو لڑائی کی بجائے اپنے اپ کو تباہی کے دہانے میں جھونکتے جا رہے ہو۔ ایسے غلط کام میں

ہم کیوں آپ کا ساتھ دیں۔ یہ عبداللہ بن ابی اوران کے ساتھیوں نے اس لئے کہا کہ ان کی بات نہیں مانی گئی تھی اوراس وقت کہا جب وہ مقام شوط پر پہنچ کر واپس ہو رہے تھے اور عبداللہ بن حرام انصاریؓ انہیں سمجھا بجھا کر شریک جنگ کرنے کی کوشش کرر ہے تھے۔

۱۶۷۔۳ اپنے نفاق اوران باتوں کی وجہ سے جوانہوں نے کیں۔

۱۶۷۔۴ یعنی زبان سے تو ظاہر کیا جومزکور ہوا لیکن دل میں تھا کہ ہماری علیحدگی سے ایک تو مسلمانوں کے اندر بھی ضعف پیدا ہوگا۔ دوسرے کافروں کو فائدہ ہوگا۔ مقصد اسلام، مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کونقصان پہنچانا تھا۔

ۃ۔۱۶۸ اَلَّزِیْنَ ا قَالُوْ ا لِا خْوَا نِھِمْ وَ قَعَدُوْ ا لَوْ اَطَا عُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَ ءُوْ ا عَنْ اَنْ فُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِ قِیْنَ ہ

یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے کہہ دیجئے ! کہ اگر تم سچے ہوتو اپنی جانوں سے موت کو ہٹا دو(۱) ۔

۱۶۸۔۱ یہ منافقین کا قول ہے ” اگر ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے “ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ” اگر تم سچے ہوتو اپنے سے موت ٹال کر دکھاؤ “ مطلب یہ کہ موت بھی جہاں اور جیسے اور جس جگہ آنا ہے ہر صورت میں آکر رہے گی۔

ۃ۔۱۶۹ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِ یْنَ قُتِلُوْ ا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآ ءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَ قُوْنَ ہ

جولوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزیاں دیئیجاتے ہیں(۱)۔

۱۶۹۔۱ شہدا کی زندگی حقیقی ہے یا مجازی، یقیناً حقیقی ہے لیکن اس کا شعور اہل دنیا کونہیں • جیسا کہ قرآن

نے وضاحت کردی ہے۔ ملاحظہ ہو (سورہ ءبقرہ آیت نمبر ۱۵۴) پھر اس زندگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روحیں لوٹادی جاتی ہیں اور وہاں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔بعض کہتے ہیں کہ جنت کے پھلوں کی خوشبوئیں انہیں آتی ہیں جنسے ان کے مشام جان معطر رہتے ہیں۔ لیکن حدیث سے ایک تیسری شکل معلوم ہوتی ہے اس لئے وہ ہی صحیح ،وہ یہ کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف یا سینوں میں داخل کردی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں (فتح القدیر بحوالہ صحیح مسلم)

ة۔۱۷۰ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لا اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ نے فضل جوانہیں دے رکھا ہے ان سے وہ بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جواب تک ان کو نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں (۱) اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

۱۷۰۔۱ یعنی وہ اہل اسلام جو ان کے پیچھے دنیا میں زندہ ہیں یا مصروف جہاد ہیں، ان کی بابت وہ خواہش کرتے ہیں کہ کاش وہ بھی شہادت سے ہمکنار ہوکر یہاں ہم جیسی پرلطف زندگی اختیار کریں۔ شہدائے احد نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو دنیا میں زندہ ہیں، انہیں ہمارے حالات اور پر مسرت زندگی سے کوئی مطلع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری یہ بات ان تک پہنچا دیتا ہوں'' اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں (سنن ابی داود، کتاب الجہاد)

ة۔۱۷۱ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لا وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ ع رکوع۔۱۷

وہ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔(۱)

۱۷۱۔۱ یہ استبشار پہلے استبشار کی تاکید اور اس بات کا بیان ہے کہ ان کی خوشی محض خوف وحزن کے فقدان کی ہی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے بے پایاں فضل و کرم کی وجہ سے بھی ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے پہلی خوشی کا تعلق دنیا میں رہ جانے والے بھائیوں کی وجہ سے اور یہ دوسری خوشی اس انعام وکرام کی ہے جو اللہ تبارک وتعالٰی کی طرف سے خود ان پر ہوا (فتح القدیر)

ۃ۔۱۷۲ اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ وَاتَّقَوۡا اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۝

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے، ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور پرہیزگاری برتی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے (۱)۔

۱۷۲۔۱ جب مشرکین جنگ احد سے واپس ہوئے تو راستے میں انہیں خیال آیا کہ ہم نے تو ایک سنہری موقع ضائع کر دیا۔ مسلمان شکست خوردنی کی وجہ سے خوف زدہ اور بے حوصلہ تھے ہمیں اس فائدہ اٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر دینا چاہئے تھا تاکہ اسلام کا یہ پودا اپنی سرزمین (مدینہ) سے ہی نیست ونابود ہو جاتا۔ ادھر مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ کو بھی اندیشہ ہوا کہ شاید وہ پلٹ کر آئیں لہذا آپ نے صحابہ اکرام کو لڑنے کے لئے آمادہ کیا اور صحاب کرام تیار ہو گئے مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے ۸ میل واقعہ "حمراء الاسد" پر پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا چنانچہ ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ مدینہ پر حملہ اور ہونے کی بجائے مکہ واپس چلے گئے، اس کے بعد نبی ﷺ اور آپ کے رفقاء بھی مدینہ واپس آگئے۔ (فتح القدیر وابن کثیر)

ۃ۔۱۷۳ اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ۖ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ۝

وہ لوگ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر لئے ہیں۔ تم ان سے

خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے(۱)۔

۱۷۳۔۱ کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان نے بعض لوگوں کو معاوضہ دے کر یہ افواہ پھیلائی کہ مشرکین مکہ لڑائی کے لئے بھرپور تیاری کر رہے ہیں تا کہ یہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں، لیکن مسلمانوں پر اس قسم کی افواہیں سن کر خوف زدہ ہونے کی بجائے مزید عزم اور ولولہ سے سرشار ہو گئے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جامد قسم کی چیز نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ محدثین کا مسلک ہے۔اسی لئے حدیث میں بھی ہے **حسبُنا اللّٰہ و نعم الوکِیل** پڑھنے کی فضیلت وارد ہے نیز صحیح بخاری میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو آپ کی زبان پر یہی الفاظ تھے (فتح القدیر)۔

۱۷۴۔ة **فَانْقَلَبُوْ ابِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ لا وَّ اتَّبَعُوْ ا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ہ**

(نتیجہ یہ ہوا) کہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ یہ لوٹے (۱) انہیں کوئی برائی نہیں پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی پیروی کی اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

۱۷۴۔۱ **نِعْمَته** سے مراد سلامتی ہے اور فضل سے مراد نفع ہے جو بدر صغرا تجارت کے ذریعے حاصل ہوا نبی کریم ﷺ نے بدر صغرا ایک گزرنے والے قافلے سے سامان تجارت خرید کر فروخت کیا جس سے نفع حاصل ہوا اور آپ ﷺ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا (ابن کثیر)

۱۷۵۔ة **اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہ**

یہ خبر دینے والا شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے(۱) تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا

خوف رکھو اگر تم مومن ہو(۲)

۱۷۵۔۱ یعنی تمہیں اس وسوسے اور وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ بڑے مضبوط اور طاقتور ہیں۔

۱۷۵۔۲ یعنی جب وہ تمہیں اس وہم میں مبتلا کرے تو تم صرف مجھ پر ہی بھروسہ رکھو اور میری ہی طرف رجوع کرو میں تمہیں کافی ہو جاؤنگا اور تمہارا ناصر ہونگا جیسے دوسرے مقام پر فرمایا (اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ) (الزمر۔۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔

ۃ۔۱۷۶ وَلَا یَحْزُنْكَ الَّزِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّو االلّٰہ شَیْئًا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجْعَلَ لَھُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَةِ وَّھُمْ عَزَابٌ عَظِیْمٌ ہ

کفر میں اگے بڑھنے والے لوگ تجھے غمناک نہ کریں، یقین مانو یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ان کے لئے آخرت کا کوئی حصہ عطا نہ کرے(۱) اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۱۷۶۔۱ نبی ﷺ کے اندر اس بات کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں، اسی لئے ان کے انکار اور تکزیب سے آپ کو سخت تکلیف پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ غمگین نہ ہوں، یہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اپنی ہی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

ۃ۔۱۷۷ اِنَّ ا لَّزِیْنَ اشْتَرَ وُاالْكُفْرَ بِا لْاِ یْمَانِ لَنْ یَّضُرُّو االلّٰہ شَیْئًا وَلَھُمْ عَزَابٌ اَلِیْمٌ ہ

کفر کو ایمان کے بدلے خریدنے والے ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان ہی کے لئے سخت المناک عذاب ہے۔

ۃ۔۱۷۸ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّزِیْنَ كَفَرُوْ آ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَ اَنْفُسِھِمْ ط اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْ دَادُوْ آاِثْمًا وَلَھُمْ عَزَابٌ مُّھِیْنٌ ہ

کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، یہ مہلت تو اس لئے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں(۱) ان ہی کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

۱۷۸۔۱ اس میں اللہ کے قانون امہال (مہلت دینے) کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت ومشیت کے مطابق کافروں کو مہلت عطا فرماتا ہے، وقتی طور پر انہیں دنیا کی فراغت وخوش حالی سے، فتوحات سے مال اولاد سے نوازتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں ان پر اللہ کا فضل ہو رہا ہے لیکن اگر اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہونے والے نیکی اور اطاعت الٰہی راست اختیار نہیں کرتے تو یہ دنیاوی نعمتیں، فضل الٰہی نہیں مہلت الٰہی ہے۔ جس سے ان کے کفر وفسوق میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ بالآخر وہ جہنم کے دائمی عذاب کے مستحق قرار پا جاتے ہیں۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔

۱۷۹۔ة مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

جس حال میں تم ہو اسی پر اللہ ایمان والوں کو نہ چھوڑ دے گا جب تک کہ پاک اور ناپاک الگ الگ نہ کر دے (۱) اور نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے (۲) بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کر لیتا ہے (۳) اس لئے تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو، اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو تمہارے لئے بڑا بھاری اجر ہے۔

۱۷۹۔۱ اس لئے اللہ تعالیٰ ابتلا کی بھٹی سے ضرور گزارتا ہے تاکہ اس کے دوست واضح اور دشمن ذلیل ہو جائیں مومن صابر، منافق سے الگ ہو جائے، جس طرح احد میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آزمایا جس سے ان کے ایمان، صبر وثبات اور اطاعت کا اظہار ہوا اور منافقین اپنے اوپر جو نفاق کا پردہ ڈال رکھا تھا وہ بے نقاب ہو گیا۔

۱۷۹۔۲ یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح ابتلا کے ذریعے سے لوگوں کے حالات اب کے ظاہر اور باطن نمایاں نہ کرے تو تمہارے پاس کوئی غیب کا علم تو ہے نہیں کہ جس سے تم پر یہ چیزیں منکشف ہو جائیں اور تم جان

سکو کہ کون منافق ہے اور کون مومن خالص۔

۳۔۱۷۹ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے جس سے بعض دفع ان پر منافقین کا اور ان کے حالات اور ان کی سازشوں کا راز فاش ہو جاتا ہے۔یعنی یہ بھی کسی کسی وقت اور کسی کسی نبی پر ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ورنہ عام طور پر نبی بھی (جب تک اللہ نہ چاہے) منافقین کے اندرونی نفاق اور ان کے مکروفریب سے بے خبر ہی رہتا ہے (جس طرح کہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اعراب اور اہل مدینہ جو منافق ہیں ،اے پیغمبر! آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے) اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غیب کا علم ہم صرف اپنے رسولوں کو ہی عطا کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کی منصبی ضرورت ہے ۔اس وحی الٰہی اور امور غیبیہ کے ذریعے سے ہی وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے کو اللہ کا رسول ثابت کرتے ہیں۔

ۃ۔۱۸۰ وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ھُوَ خَیۡرًا لَّھُمۡ ؕ بَلۡ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمۡ ؕ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ لِلّٰہِ مِیۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ۠ ع رکوع

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے بدتر ہے،عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے(۱) آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے اور جو کچھ تم کر رہے ہو،اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے

۱۔۱۸۰ اس میں اس بخیل کا بیان کیا گیا ہے جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا حتیٰ کہ اس میں سے فرض زکواۃ بھی نہیں نکالتا،صحیح بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اس کے مال کو ایک زہریلا اور نہائت خوف ناک سانپ بنا کر طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا ،وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

ۃ۔۱۸۱ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَا
لُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ه

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں (۱)۔ ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ اور ان کا انبیا کو قتل کرنا بھی (۲) اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو۔

۱۸۱۔۱ جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو یہود نے کہا کہ اے محمد ﷺ تیرا رب فقیر ہو گیا ہے کہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے؟ جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

۱۸۱۔۲ یعنی مذکورہ قول جس میں اللہ کی شان میں گستاخی ہے اور اسی طرح ان کے (اسلاف) کا انبیا علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا، ان کے سارے جرائم اللہ کی بارگاہ میں درج ہیں، جن پر وہ جہنم کی آگ میں داخل ہونگے۔

ۃ۔۱۸۲ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ه

یہ تمہارے پیش کردہ اعمال کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

ۃ۔۱۸۳ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ
تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول دیگر معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو پھر تم نے انہیں کیوں مار ڈالا (۱)۔

۱۸۳۔ا اس میں یہود کی ایک اور بات کی تکزیب کی جا رہی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ تم صرف اس رسول کو ماننا جس کی دعا پر آسمان سے آگ آئے اور قربانی اور صدقات کو جلا ڈالے۔ مطلب یہ تھا کہ اے محمد ﷺ آپ کے ذریعے سے اس معزرے کا چونکہ صدور نہیں ہوا ۔اس لئے حکم الہٰی آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ہمارے لئے ضرور نہیں حالانکہ پہلے نبیوں میں ایسے نبی بھی آئے ہیں جن کی دعا سے آسمان سے آگ آتی اور اہل ایمان کے صدقات اور قربانیوں کو کھا جاتی ۔ جو ایک طرف اس بات کی دلیل ہوتی کہ اللہ کی راہ میں پیش کردہ صدقہ یا قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگئی۔ دوسری طرف اس بات کی دلیل ہوتی کہ یہ نبی برحق ہے۔لیکن ان یہودیوں نے ان نبیوں اور رسولوں کی بھی تکزیب ہی کی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو پھر تم نے ایسے پیغمبروں کو کیوں جھٹلایا اور انہیں قتل کیا جو تمہاری طلب کردہ نشانی ہی لیکر آئے تھے۔

ۃ۔۱۸۴ فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقَدۡ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ جَآءُوۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ہ

پھر بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے جو روشن دلیلیں صحیفے اور منور کتاب لیکر آئے (ا)۔

۱۸۴۔ا نبی ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ ﷺ یہودیوں کی ان کٹ حجتیوں سے بددل نہ ہوں، ایسا معاملہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ نہیں کیا جارہا ہے آپ ﷺ کے پہلے آنے والے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو چکا ہے۔

ۃ۔۱۸۵ كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَآ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ہ

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے، پس

جوشخص آگ سے ہٹادیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھو کے کی جنس ہے(۱)۔

۱۸۵۔۱ اس آیت میں ایک تو اس اٹل حقیقت کا بیان ہے کہ موت سے مفرنہیں۔دوسرا یہ کہ دنیا میں جس نے اچھا یا برا جو کچھ کیا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا،تیسرا کامیابی کا معیار بتایا گیا کہ کامیاب اصل میں وہ ہے جس نے دنیا میں رہ کر اپنے رب کو راضی کرلیا جس کے نتیجے میں جہنم سے دور اور جنت میں داخل کردیا گیا،چوتھا یہ کہ دنیا کی زندگی سامان فریب ہے،جو اس سے دامن بچا کر نکل گیا،وہ خوش نصیب جو اس کے فریب میں پھنس گیا وہ ناکام اور نامراد ہے۔

ۃ۔۱۸۶ لَتُبۡلَوُنَّ فِیۡۤ اَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا اَذًى كَثِیۡرًا ؕ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ

یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں سے تمہاری آزمائش کی جائے گی (۱) اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کو بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے(۲)۔

۱۸۶۔۱ اہل ایمان کو ان کے ایمان کے مطابق آزمانے کا بیان ہے،جیسا کہ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں گزر چکا ہے۔اس آیت کی تفسیر ایک واقع میں ایک واقع بھی آتا ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابھی اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا اور جنگ بدر بھی نہیں ہوئی تھی کہ نبی ﷺ حضرت سعد بن عبادؓ کی عیادت کے لئے بنی حارث بن خزرج میں تشریف لے گئے۔راستے میں ایک مجلس میں مشرکین ،یہود اور عبداللہ بن ابی وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ کی سواری کی جو گرد اٹھی،اس نے اس پر بھی ناگواری کا اظہار کیا اور آپ ﷺ نے انہیں ٹھہر کر قبول اسلام کی دعوت بھی دی جس پر عبداللہ بن ابی نے گستاخانہ کلمات بھی کہے۔وہاں بعض مسلمان بھی تھے،انہوں نے اس کے برعکس آپ ﷺ

کی تحسین فرمائی ،قریب تھا کہ ان کے مابین جھگڑا ہو جائے ،آپ ﷺ نے سب کو خاموش کرایا پھر آپ ﷺ حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے تو انہیں بھی یہ واقع سنایا جس پر انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی یہ باتیں اس لئے کرتا ہے کہ آپ ﷺ کے مدینہ آنے سے قبل، یہاں کے باشندوں کو اس کی تاج پوشی کرنی تھی ،آپ ﷺ کے آنے سے اس کی سرداری کا یہ حسین خواب ادھورا رہ گیا جس کا اسے سخت صدمہ ہے اور اس کی یہ باتیں اس کے اس بغض وعناد کا مظہر ہیں ،اس لئے آپ ﷺ درگزر ہی سے کام لیں (صحیح بخاری)

۱۸۶-۲ اہل کتاب سے مراد یہودواانصاریٰ ہیں یہ نبی ﷺ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف انداز سے طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے۔اسی طرح مشرکین عرب کا حال تھا۔علاوہ ازیں مدینہ میں آنے کے بعد منافقین بالخصوص ان کا رئیس عبداللہ بن ابی بھی آپ ﷺ کی شان میں استخفاف کرتا رہتا۔آپ کے مدینہ آنے سے قبل اہل مدینہ اپنا سردار بنانے لگے تھے اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ کے آنے سے اس کا یہ سارا خواب بکھر کر رہ گیا ،جس کا اسے شدید صدمہ تھا چنانچہ انتقام کے طور پر بھی یہ شخص آپ کے خلاف کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا (جیسا کہ صحیح بخاری کے حوالے سے اس کی ضروری تفصیل گزشتہ حاشیہ میں یہ بیان کی گئی ہے) ان حالات میں مسلمانوں کو عفوو درگزر اور صبر اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جارہی ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ داعیان حق کا اذیتوں اور مشکلات سے دوچار ہونا اس راہ حق کے ناگزیر مرحلوں میں سے ہے اور اس کا علاج صبر فی اللہ ،استعانت باللہ کے سوا کچھ نہیں (ابن کثیر)

۳-۱۸۷ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ

گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ۔ان کا یہ بیوپار بہت بڑا ہے۔

۱۸۷۔۱ اس میں اہل کتاب کو بتایا جا رہا ہے کہ ان سے اللہ نے یہ عہد لیا تھا کہ کتاب الٰہی (تورات اور انجیل) میں جو باتیں درج ہیں اور آخری نبی کی جو صفات ہیں، انہیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور انہیں چھپائیں گے نہیں لیکن انہوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفادات کے لئے اللہ کے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا، یہ گویا اہل علم کو تلقین وتنبیہ ہے کہ ان کے ہاں جو علم نافع ہے جس سے لوگو کو عقائد و اعمال کی الا ہو سکتی ہو، وہ لوگوں تک ضرور پہنچانا چاہیئے اور دینوی اغراض و مفادات کی خاطر ان کو چھپانا بہت بڑا جرم ہے، قیامت والے دن ایسے لوگوں کو آگ کیلگا م پہنائی جائیگی (کما فی الحدیث)

۱۸۸۔ة لَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْ اوَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْ ابِمَا لَمْ يَفْعَلُوْ افَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَا زَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَزَابٌ عَلِيْمٌ ۃ

وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی تعریفیں کی جائیں آپ انہیں عذاب سے چھٹکارہ میں نہ سمجھئے ان کے لئے دردناک عذاب ہے(۱)

۱۸۸۔۱ ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو صرف اپنے واقعی کارناموں پر ہی خوش نہیں ہوتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کے کھاتے میں وہ کارنامے بھی درج یا ظاہر کئے جائیں جو انہوں نے نہیں کئے ہوتے یہ بیماری جس طرح عہد رسالت کے بعض لوگوں میں تھی جن کے پیش نظر آیات کا نزول ہوا۔اسی طرح آج بھی جاہ پسند قسم کے لوگوں اور پراپیگنڈے اور دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعے سے بننے والے لیڈروں میں بیماری عام ہے، آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی کتاب الٰہی میں تحریف کے مجرم تھے مگر وہ اپنے ان کرتوتوں پر خوش ہوتے تھے، یہی حال باطل گروہوں کا بھی ہے وہ بھی لوگوں کو گمراہ کرکے ،غلط رہنمائی کرکے اور آیات الٰہی میں معنوی تحریف و تبدیل کر کے بڑے خوش ہوتے ہیں اور

دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ اہل حق ہیں اور یہ کہ انکی فریب کاری کی انہیں داد دی جائے۔

ة۔۱۸۹ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَا لْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَئٍ ءٍ قَدِ يْرٌ ہ ع رکوع

آسمانوں اورزمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اوراللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ة۔۱۹۰ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَا نَّهَارِ لَاٰ يٰتٍ لِّاُ ولِی الْاَلْبَا بِ

آسمانوں اورزمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں(ا)۔

۱۔۱۹۰ یعنی جولوگ زمین وآسمان کی تخلیق اور کائنات کے دیگر اسرار ورموز پر غور کرتے ہیں،انہیں کائنات کے خالق اوراس کے اصل فرمانروا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اوروہ سمجھ جاتے ہیں کی اتنی طویل وعریض کائنات کا یہ لگا بندھا نظام،جس میں ذرہ خلل واقع نہیں ہوتا،یقیناً اس کے پیچھے ایک ذات ہے جو اسے چلا رہی ہے اوراس کی تدبیر کر رہی ہے اور وہ ہے اللہ کی ذات۔آگے انہی اہل دانش کی صفات کا تذکرہ ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔حدیث میں آتا ہے کہ اِنَّ فِیْ خَلَقِ السَّوَاتِ سے لیکرآخر سورت تک آیات نبی کریم ﷺ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو پڑھتے اور اس کے بعد وضو کرتے (صحیح بخاری،کتاب التفسیر۔صحیح مسلم۔کتاب صلوٰۃ المسافرین)۔

ة۔۱۹۱ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَا مًا وَّ قُعُوْ دًا وَّ عَلٰى جُنُوْ بِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَا بَ النَّارِ ہ

جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اوراپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اورآسمانوں اورزمین کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں اورکہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔توپاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے(ا)۔

۱۹۱۔ا ان دس آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت کی چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں اور فرمایا کہ یہ نشانیاں ضرور ہیں لیکن کن کے لئے؟ اہل عقل ودانش کے لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان عجائب تخلیق اور قدرت الٰہی کو دیکھ کر بھی جس شخص کو باری تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ ہو وہ اہل دانش ہی نہیں لیکن یہ المیہ بھی بڑا عجیب ہے کہ عالم اسلام میں " دانشور " سمجھا ہی اس کو جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک کا شکار ہو، دوسری آیت میں اہل دانش کے ذوق ذکر الٰہی اور ان کا آسمان اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرنے کا بیان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا " کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو کروٹ کے بل لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھ لو(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ) اس کے بعد والی تین آیات میں بھی مغفرت اور قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعائیں ہیں۔

ۃ۔۱۹۲ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

اے ہمارے پالنے والے، تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں۔

ۃ۔۱۹۳ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کردے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔

ۃ۔۱۹۴ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے

اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۱۹۵ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی (۱) کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہرگز ضائع نہیں کرتا (۲) تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، (۳) اس لئے وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے، میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردونگا اور بالیقین انہیں جنتوں میں لے جاؤنگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ہے ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

۱۹۵۔۱ فَاسْتَجَابَ یہاں اَجَابَ " قبول فرمائی " کے معنی میں ہے (فتح القدیر)

۱۹۵۔۲ مرد یا عورت کی وضاحت اس لئے کردی کہ اسلام نے بعض معاملات میں مرد اور عورت کے درمیان ان کے ایک دوسرے سے مختلف فطری اوصاف کی بنا پر جو فرق کیا ہے۔ مثلاً قومیت اور حاکمیت میں، کسب معاش کی ذمہ داری میں، جہاد میں حصہ لینے میں اور وراثت میں نصف حصہ ملنے میں۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے، کہ نیک اعمال کی جزا میں بھی شاید مرد وعورت کے درمیان کچھ فرق کیا جائے گا، نہیں ایسا نہیں ہوگا نیکی کا جو اجر مرد کو ملے گا وہ ہی عورت کو بھی ملے گا۔

۱۹۵۔۳ یہ جملہ معترضہ ہے اس کا مقصد پچھلے نقطے کی وضاحت ہے یعنی اجر واطاعت تم مرد اور عورت ایک جیسے ہی ہو۔ بعض روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ

تعالٰی نے ہجرت کے سلسلے میں عورتوں کا نام نہیں لیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر طبری، ابن کثیر و فتح القدیر)

ہ۔۱۹٦ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ ؕ ہ

تجھے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے (۱)۔

۱۹٦۔ا خطاب اگرچہ نبی ﷺ سے ہے لیکن مخاطب پوری امت ہے، شہروں میں چلنے پھرنے سے مراد تجارت اور کاروبار کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر ایک ملک سے دوسرے ملک جانا ہے، یہ تجارتی سفر وسائل دنیا کی فروانی اور کاروبار کے وسعت و فروغ کی دلیل ہوتا ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے، یہ سب کچھ عارضی اور چند روزہ فائدہ ہے، اس سے اہل ایمان کو دھوکا میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے ۔ اصل انجام پر نظر رکھنی چاہیئے، جو ایمان میں مرحومی کی صورت میں جہنم کا دائمی عذاب ہے جس میں دولت دنیا سے مالا مال یہ کافر مبتلا ہونگے ۔ یہ مضمون بھی متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے (سورۃ المومن ۔۴) اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہی، پس ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔

ۃ۔۱۹۷ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰہُمۡ جَہَنَّمُ وَ بِئۡسَ الۡمِہَادُ ہ

یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے (۱) اس کے بعد ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

۱۹۷۔ا یعنی دنیا کے وسائل، آسائش اور سہولتیں بظاہر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، درحقیقت متاع قلیل ہی ہیں کیونکہ بالاخر انہیں فنا ہونا ہے اور ان کے بھی فناہ ہونے سے پہلے وہ حضرات خود فنا ہو جائیں گے، جو ان کے دل کی کوششوں میں اللہ کو بھی فراموش کئے رکھتے ہیں

ۃ۔۱۹۸ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ہ

الثلثة

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان

میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہے اللہ کی طرف سے اور نیکو کاروں کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے(۱)۔

۱۔۱۹۸ ان کے برعکس جو تقویٰ اور خداوندی کی زندگی گزار کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونگے۔ گو دنیا میں ان کے پاس خدا فراموشوں کی طرح دولت کے انبار اور رزق کی فروانی نہ رہی ہوگی، مگر وہ اللہ کے مہمان ہونگے جو تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے اور وہاں ان ابرار (نیک لوگوں) کو جو اجر وصلہ ملے گا، وہ اس سے بہتر ہوگا جو دنیا میں کافروں کو عارضی طور پر ملتا ہے۔

ة۔۱۹۹ وَ اِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَا اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝

یقیناً اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور تمہاری طرف جو اتارا گیا اور ان کی طرف جو نازل ہوا اس پر بھی، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر بیچتے بھی نہیں (۱) ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۔۱۹۹ اس آیت میں اہل کتاب کے اس گروہ کا ذکر ہے جسے رسول کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے ایمان اور ایمانی صفات کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرے اہل کتاب سے ممتاز کر دیا، جن کا مشن ہی اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا، آیات الٰہی میں تحریف وتبدیل کرنا اور دنیا کے عارضی اور مفادات کے لئے کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مومنین اہل کتاب ایسے نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر بیچنے والے نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آیت میں جن مومنین اہل کتاب کا

ذکر ہے، یہودیوں کی تعداد دس تک بھی نہیں پہنچی البتہ عیسائی بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے اور انہوں نے دین حق کو اپنایا۔(تفسیر ابن کثیر)

۳۔۲۰۰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُو االلّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ ع

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو(۱) اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو۔ رکوع ۲۰

۲۰۰۔۱ صبر کرو یعنی طاعت کے اختیار کرنے اور شہوات اور لذت ترک کرنے میں اپنے نفس کو مضبوط اور ثابت قدم رکھو جنگ کی شدت میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا، یہ صبر ترین صورت ہے اس لئے اسے علٰحدہ بیان فرمایا محاذ جنگ میں مورچہ بند ہو کر ہمہ وقت چوکنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا مرابطہ ہے۔ یہ بھی بے عزم و لولہ کا کام ہے، اسی لئے حدیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے (صحیح بخاری)

سُوْرَۃُ النِّسَآءِ مدنی ہے اس میں (۱۷۶) آیات اور (۲۴) رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

۴۔۱ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ٥

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا (۱) اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے